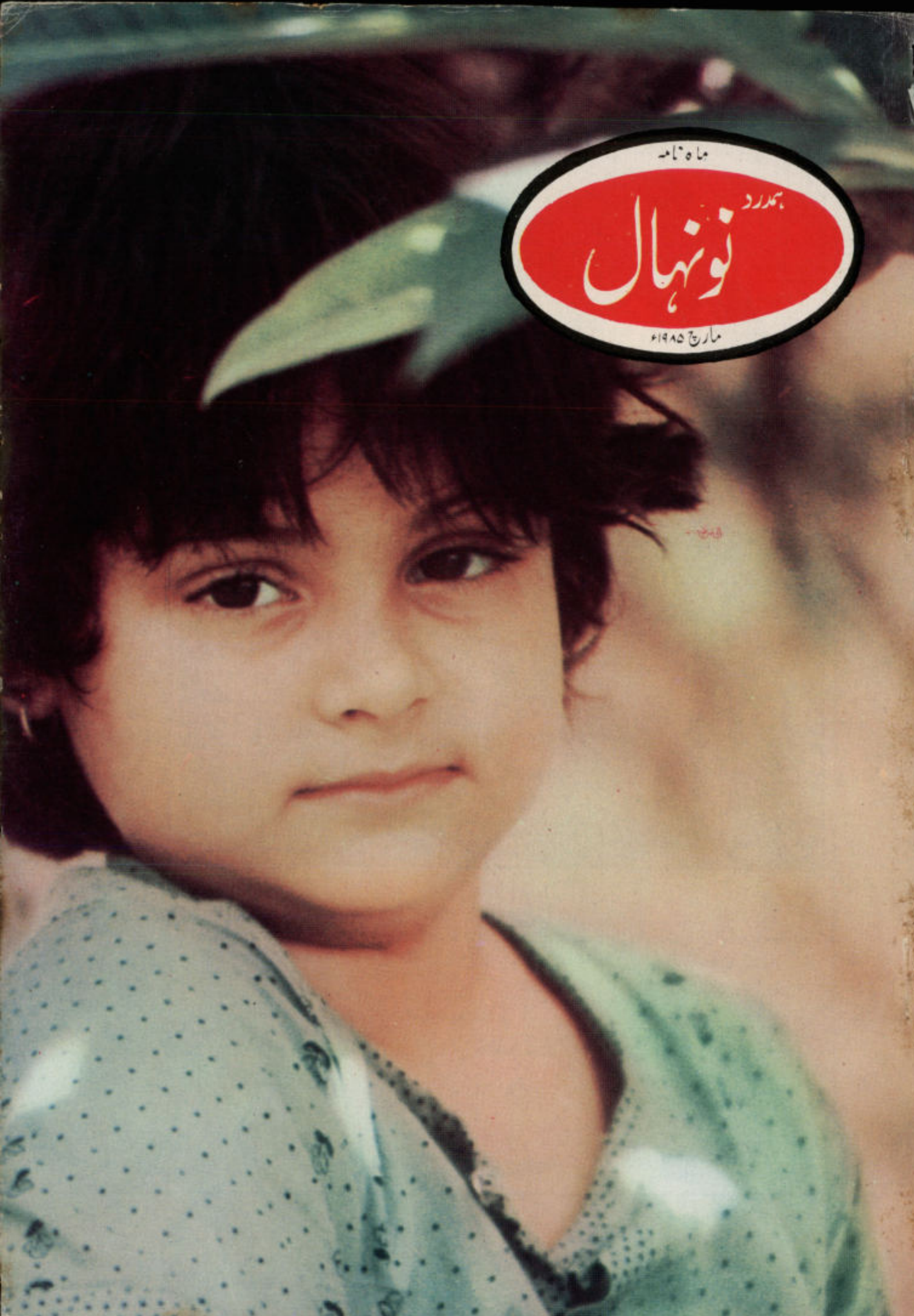
ماہ نامہ
ہمدرد
نونہال
مارچ ۱۹۸۵ء

ہوگا دنیا میں تو بے مثال میرے بچے میرے نونہال
فطری طور پر کوئی دو بچے اپنی شکل وصورت، عادات واطوار اور دماغی صلاحیتوں کے اعتبار سے ایک جیسے نہیں ہوتے اور یوں ہر بچہ بے مثل کہلایا جاسکتا ہے۔ لیکن ہر ماں اپنے بچے کو انفرادی طور پر ایک تن درست، روشن دماغ اور بے مثل کامیاب انسان دیکھنا چاہتی ہے۔ اس آرزو کی تکمیل کا زیادہ تر انحصار بچے کی صحیح اور صحت مند پرورش پر ہے۔
دور اندیش مائیں اپنے بچوں کی صحت مند پرورش اور آرام وسکون کے لیے انہیں نونہال ہربل گرائپ واٹر باقاعدگی سے دیتی ہیں۔
جڑی بوٹیوں سے تیار شدہ خوش ذائقہ نونہال ہربل گرائپ واٹر بچوں کی آئے دن کی تکالیف مثلاً بدہضمی، قبض، اپھارہ، قے ودست، بے خوابی، دانت آنا اور پیاس کی شدت وغیرہ کے لیے ایک مفید اور مؤثر گھریلو دوا ہے۔
Naunehal
Naunehal
Herbal Gripe Water
نونہال
ہربل گرائپ واٹر
بچوں کو مطمئن، مسرور اور صحت مند رکھتا ہے

ٹیلے فون: 616001 سے 616005

ماہ نامہ
ہمدرد
نونہال

مجلس ادارت

صدر مجلس — حکیم محمد سعید
مدیر اعلا — مسعود احمد برکاتی
مدیرۂ اعزازی — سعدیہ راشد

جمادی الثانی ــــ ۱۴۰۵ ہجری
مارچ ــــ ۱۹۸۵ عیسوی
جلد ــــ ۳۳
شمارہ ــــ ۳

قیمت فی شمارہ ــــ ۴ رُپے
سالانہ ــــ ۴۵ رُپے
سالانہ (رجسٹری سے) ۸۱ رُپے

پتا: ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ۔ ناظم آباد۔ کراچی ۱۸

ہمدرد فاؤنڈیشن (پاکستان) نے نونہالوں کی تعلیم و تربیت اور صحت و مسرت کے لیے شائع کیا

اس رسالے میں کیا ہے

جاگو جگاؤ	جناب حکیم محمد سعید	۳
پہلی بات	مسعود احمد برکاتی	۴
اے خدا، اے خدا (نظم)	جناب حامد اللہ افسر	۵
خیال کے پھول	ننھے گل چیں	۶
طب کی روشنی میں	جناب حکیم محمد سعید	۷
۲۳۔ مارچ (نظم)	جناب محمد انوار احمد	۱۱
گردے صفائی کی بہترین مشین	محترمہ ڈاکٹر فاطمہ جواد	۱۳
شوقِ شرارت	پی۔ جی۔ وڈ ہاؤس	۱۶
چالاک خرگوش	جناب کرشن چندر	۲۷
باورچی خانے میں موت	جناب علی اسد	۳۵
ہمدرد انسائکلو پیڈیا	جناب علی ناصر زیدی	۴۱
کارٹون	جناب مشتاق	۴۵
پھول کی فریاد (نظم)	جناب غنی دہلوی	۴۶
سات شیخی باز	جناب م۔ ندیم (علیگ)	۴۷
نونہال مصوّر	ننھے آرٹسٹ	۵۱
اخبار نونہال	ننھے صحافی	۵۲
صحت مند نونہال	ادارہ	۵۴
اوسٹریلیا کے کرکٹ......	جناب ساجد علی ساجد	۵۵
لکھنے کا شوق	مسعود احمد برکاتی	۵۷
بوجھو تو جانیں	ادارہ	۶۰
اناڑی معالج	محترمہ فردوس فضل	۶۱
تحفے	باذوق نونہال	۶۵
ہالینڈ کی کم عمر ہاکی ٹیم	ادارہ	۶۹
جوتے کا کمال	جناب شہروز اقبال	۷۲
مسکراتے رہو	ننھے مزاح نگار	۷۷
معلومات عامہ نمبر ۲۳۷	ادارہ	۷۹
اس شمارے کے مشکل الفاظ	ادارہ	۸۰
نونہال ادیب	ننھے لکھنے والے	۸۱
بزمِ نونہال	نونہال پڑھنے والے	۹۹
معلومات عامہ نمبر ۲۳۵ کے جوابات	ادارہ	۱۰۶

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیثِ نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے، لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں اُن کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حُرمتی سے محفوظ رکھیں۔

اس رسالے کی تمام کہانیوں کے کردار اور واقعات فرضی ہیں۔ ان میں سے کسی کی کسی حقیقی شخص یا واقعے سے مطابقت محض اتفاقی ہو سکتی ہے، جس کے لیے ادارہ ذمے دار نہ ہو گا۔

حکیم محمد سعید پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر ادارہ مطبوعاتِ ہمدرد ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جاگو جگاؤ

دنیا میں جو نعمتیں انسان کو حاصل ہیں اُن میں شاید سب سے بڑی نعمت قناعت ہے۔ جو کچھ بھی کسی کو حاصل ہے اگر وہ اُس پر راضی ہو جائے تو اس کو کوئی پریشانی نہ ہو۔ قناعت کا یہی مطلب ہے کہ آدمی لالچ نہ کرے۔ بات یہ ہے کہ دنیا میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ بعض لوگوں کو ہر سہولت اور راحت حاصل ہے۔ ان کے لیے بڑے مکان، عمدہ لباس، آرام دہ سواری، بڑھیا کھانے اور رُپے پیسے کی کوئی کمی نہیں۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کو اس سے کم آسانیاں میسّر ہیں، لیکن پھر بھی اُن کو ضرورت کی چیزیں مل جاتی ہیں۔ بعض لوگوں کو اتنی آسانیاں بھی حاصل نہیں ہیں۔ اُن کو اپنی ضرورت کی چیزوں کے لیے سخت محنت کرنی پڑتی ہے اور وہ بڑی مشکل سے زندگی کی گاڑی کھینچتے ہیں، لیکن اکثر صورتوں میں یہ ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو سب سے زیادہ آسانیاں حاصل ہیں وہ سب سے زیادہ غیر مطمئن اور پریشان رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو دوسری سب نعمتیں تو ملی ہوئی ہیں، لیکن قناعت کی نعمت سے وہ محروم ہیں۔ گویا وہ نعمتوں سے فائدہ نہیں اُٹھا رہے ہیں۔ اگر اُن کو اتنی نعمتوں کے بجائے صرف قناعت کی نعمت میسر ہوتی تو وہ زیادہ خوش رہتے۔ خوش رہنے کا راز یہ ہے کہ جو کچھ اور جتنا کچھ حاصل ہے اس سے زیادہ کا لالچ نہ کیا جائے، بلکہ اُن لوگوں کو دیکھا جائے جن کو اتنا بھی میسّر نہیں ہے۔ لالچ سے قناعت کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے۔ بے شک کوشش کرنا اور آگے بڑھنے کے لیے محنت کرنا اچھی بات ہے اور کوشش ضرور کرنی چاہیے، لیکن محنت کے بغیر کُڑھنا اور جلنا اچھا نہیں۔ پہلے آدمی کوشش کرے، پھر خواہش کرے۔ اگر اُس کی نظر میں کوئی شخص ایسا بھی ہے جس کو محنت اور اہلیت کے بغیر سہولتیں اور راحتیں میسر ہیں تب بھی اُس کو جلنے کے بجائے محنت اور کوشش سے اپنے آپ کو زیادہ اہل اور قابل بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ محنتی اور ماہر آدمی اپنی زندگی بھی اچھی بنا سکتا ہے اور پاکستان کی بھی سچّی خدمت کر سکتا ہے اور پاکستان میں دیر سویر ایسے ہی آدمیوں کا بول بالا ہو گا۔ اِن شاء اللہ۔

آپ کا دوست اور ہمدرد

حکیم محمد سعید

پہلی بات

مسعود احمد برکاتی

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہمدرد نونہال کے ہم سب کارکن خیریت سے ہیں اور رسالے کی خدمت میں مصروف ہیں اور آپ سب ہمدرد نونہال کے پڑھنے والوں کی خیریت نیک مطلوب ہیں۔

فروری کے شمارے کے بارے میں آپ کے خط آنے شروع ہو گئے ہیں۔ ہم چوں کہ مارچ کے رسالے کی تیاری میں گُم تھے، اس لیے ابھی یہ پڑھنے شروع نہیں کیے ہیں۔ ابھی تو ہم جنوری کے شمارے کے متعلق آپ کے خطوں کے ڈھیر سے ہی نمٹے ہیں اور نمٹے بھی کہاں ہیں، انتہائی کوشش کے باوجود بہت سے خط چھپنے سے رہ گئے اور ڈر یہ لگ رہا ہے کہ جتنے خط رہ گئے ہیں اُس سے دُگنے خط شکایت کے آئیں گے اور وہ بھی پڑھنے پڑیں گے۔ خیر پڑھنے کے لیے تو ہم ہر قیمت پر وقت نکال لیتے ہیں لیکن ناراضی سے ہمیں ڈر لگتا ہے کہ ہم کچھ بھی کر لیں اُنھیں شائع کرنے کے لیے جگہ کہاں سے لائیں، لیکن یہ بات آپ کو سمجھ لینی چاہیے کہ خط پڑھ کر آپ کی شکایتیں، تجویزیں، اعتراضات اور تعریفیں ہم دل میں ضرور نوٹ کر لیتے ہیں اور آپ کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ ہم سب کو دوسروں کی مجبوریوں کا ضرور خیال رکھنا چاہیے۔ اب دیکھیے نا کہ اِس بار ہم نے بزم نونہال کے ۶ کے بجائے ۷ صفحے کر دیے (آیندہ ۶ صفحے ہی ہوں گے) لیکن پھر بھی بہت سے اچھے اچھے خط رہ گئے۔ خط رہ جانے سے دُکھ آپ کو ہی نہیں ہوتا ہمیں بھی ہوتا ہے، لیکن سُکھ کے لیے انسان دُکھ بھی برداشت کرتا ہے۔ بعض نونہال شکایتی خط لکھتے ہیں تو سارا خط شکایت ہی سے بھر دیتے ہیں، یہ نہیں لکھتے کہ پہلے خط میں کیا لکھا تھا۔ وہ بات بھی وہاں لکھ دینی چاہیے۔ بہت سے نونہالوں نے "مستقل پڑھنے والوں کے لیے ایک تحفہ" کے پیچھے "خیال کے پھول" شائع کرنے پر شکایت کی ہے اور بالکل صحیح شکایت کی ہے۔ آیندہ ایسی غلطی نہیں ہو گی۔ ایک بات یہ ہے کہ جب کئی بچے ایک ہی بات لکھتے ہیں تو ہم بزم میں کسی ایک خط کے نیچے جواب لکھ دیتے ہیں۔ یہ جواب سب کے لیے ہوتا ہے۔ جس جس نونہال نے وہ بات لکھی ہو اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ یہ اس کا جواب ہے۔

اچھا بھئی، ایک تحفہ ــــ حسین و یادگار تحفہ اور لیجیے۔ کسی صفحے پر تفصیلی اعلان دیکھیے۔

اے خُدا، اے خُدا

حامد اللہ افسر

(۱)

باغ میں تُو نے پھولوں کو پیدا کیا ہر طرف اُن کی خوش بُو کو پھیلا دیا
وہ بھی اچھا کیا یہ بھی اچھا کیا
اے خدا، اے خدا، اے خدا، اے خدا

(۲)

پہلے تُو نے اندھیرا دیا رات کو چاند بھر دے کے چمکا دیا رات کو
اِس سے میں ڈر گیا اُس سے میں خوش ہوا
اے خدا، اے خدا، اے خدا، اے خدا

(۳)

دن کو تُو نے ہی سورج سے روشن کیا جس نے رنگین، پھولوں کا دامن کیا
اُس کو چمکا دیا، اِن کو مہکا دیا
اے خدا، اے خدا، اے خدا، اے خدا

خیال کے پھول

⌘ قرآن مجید

عہد کو پورا کرو، بے شک عہد کی بازپرس ہوگی۔

مرسلہ: اے۔ ایچ۔ شہزاد، کمالیہ

⌘ حضرت علیؓ

بہترین کلام وہ ہے، جس سے سننے والے کو ملال نہ ہو۔

مرسلہ: ایم۔ ایم۔ ریاض عالم، کوٹری

⌘ قائد اعظمؒ

اگر کوئی چیز اچھی ہے تو عین اسلام ہے۔ اگر کوئی چیز اچھی نہیں ہے تو یہ اسلام نہیں ہے، کیوں کہ اسلام کا مطلب ہے عین انصاف۔

مرسلہ: پرنس افضل شاہین، بہاول نگر

⌘ افلاطون

دنیا عاقل کی موت اور جاہل کی زندگی پر ہمیشہ آنسو بہاتی ہے۔

مرسلہ: سید سالار حسین نقوی، کراچی

⌘ چینی کہاوت

وقت سونے سے زیادہ قیمتی ہے۔

مرسلہ: ثمرہ نعیم، کراچی

⌘ ٹینی سن

خود اعتمادی، خود شناسی اور خود ضبطی، صرف یہ تین چیزیں انسان کی زندگی کو کامل بنا دیتی ہیں۔

مرسلہ: سید فدا حسین شاہ، مٹیاری سندھ

⌘ راجر بیکن

آدمی مطالعے سے بیدار ہوتا ہے، مکالمے سے تمیز پیدا کرتا ہے اور لکھنے سے صحیح المزاج بنتا ہے۔

مرسلہ: محمد جاوید شیخ، حیدر آباد

⌘ بالزاک

عمل کا جوش اور مسلسل عمل سچی خوشی کی طرف لے جاتے ہیں۔

مرسلہ: صلاح الدین بلال، کراچی

⌘ جارج واشنگٹن

میرا ہمیشہ یہ اصول رہا ہے کہ اپنے تصوّرات اور خاکوں کو الفاظ کے بجائے عمل کا جامہ پہناؤں۔

مرسلہ: گلا خان نیازی، لانڈھی کراچی

⌘ ڈیوڈ راکے فیلر

اگر ضرورت ایجاد کی ماں ہے تو مطمئن نہ ہونا ترقی کا باپ ہے۔

مرسلہ: سید عزیز احمد مدنی، گل بہار، کراچی

⌘ حکیم محمد سعید

ذمے داری کے عرفان و اقرار و اعتراف کا نام انسانیت ہے۔

مایوسی سے بدتر کامیابی کا کوئی دشمن نہیں ہے۔

ہمّت والوں کا حامی خدا ہوتا ہے۔

عِرق النسا کیا ہے ؟

س : عِرق النسا کیا بیماری ہے اور اس کا علاج کیا ہے ؟ منظر علی شاہ، کراچی

ج : ہماری دونوں رانوں کے پچھلے حصے میں اوپر سے نیچے پنڈلیوں تک ایک موٹا پٹھا عصب (NERVE) آتا ہے، جو کمر سے شروع ہوتا ہے۔ اس کو عِرق النسا کہتے ہیں۔ جب کسی وجہ سے اس پٹھے میں ورم آجاتا ہے تو اس میں درد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کمر کی ہڈیوں (مُہروں) کا درمیانی فاصلہ (زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے یا کسی دباؤ یا چوٹ یا جھٹکے سے) کم ہو جاتا ہے اور یہ پٹھا دبنے لگتا ہے۔ اس سے بھی دردِ عِرق النسا ہو جاتا ہے۔ اگر صحیح سبب معلوم ہو جائے تو اُس کے مطابق علاج کرنا ہوتا ہے۔ مناسب ہوگا کہ کسی اچھے معالج سے مل کر مشورہ کیا جائے۔

ہاتھوں میں خشکی

س : میری عمر چودہ سال ہے، میرے ہاتھوں میں بہت خشکی رہتی ہے۔ اکثر میرے ہاتھ پھٹے رہتے ہیں۔ براہِ کرم علاج بتائیے۔ منیر احمد بھٹو، سکھر

ج : جلد کی خشکی بالعموم غذا میں حیاتین کی کمی سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ایسی غذائیں کھائی جائیں، جن میں حیاتین ہوں، مثلاً پھل، ترکاریاں۔ آپ نے لکھا ہے خشکی صرف آپ کے ہاتھوں میں ہے اور اُن کی جلد پھٹی رہتی ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کوئی ایسا کام کرتے ہوں کہ جس کی وجہ سے جلد پر اثر پڑتا ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے تو آپ کو

چاہیے کہ رات کو ہاتھوں کو گرم پانی میں دھوئیں اور پھر ان کو خشک کر کے زیتون کا تیل ان پر ملیں اور سو جائیں۔ ایسا کرنے سے ہاتھوں کی خشکی رفع ہونے کا امکان ہے۔ آپ ہمدرد مرہم بھی لگا سکتے ہیں۔

نظر کم زور ہے

س: میری عمر ۱۷ سال ہے، میری نظر بہت کم زور ہے۔ رات کے وقت پڑھنے سے آنکھوں سے کبھی کبھی پانی بھی گرتا ہے۔ چشمے کا نمبر درج کر رہا ہوں۔ سیدھی آنکھ کے چشمے کا نمبر پلس صفر اعشاریہ آٹھ اور اُلٹی آنکھ کا پلس صفر اعشاریہ چھے ہے۔ نجم الاسلام، کراچی

ج: آپ کی آنکھیں زیادہ کم زور تو نہیں ہیں، مگر شاید یہ مناسب ہوگا کہ آپ عینک لگا لیں تاکہ آنکھیں مزید کم زور نہ ہوں۔ احتیاط یہ ہے کہ آپ رات کو مصنوعی روشنی میں اگر پڑھنے پر مجبور ہیں تو اس روشنی کو کافی ہونا چاہیے۔ مدھم روشنی سے آنکھوں پر زور پڑتا ہے اور ان سے پانی بھی گر سکتا ہے۔ آنکھوں کو خوب ٹھنڈے صاف شفاف پانی سے چھپکے مار کر دھونا ایک اچھی تدبیر ہے۔ صبح کو جب منھ دھوئیں تو آنکھوں میں پانی کے چھپکے ماریئے۔ اس سے آنکھوں کو تازگی ملتی ہے۔ آپ کی غذا میں پھل ترکاریاں زیادہ سے زیادہ ہوں تو اچھا ہے۔ زیادہ گوشت کھانا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ بادام کی گری دس بارہ دانے رات کو بھگو دیں اور صبح چھیل کر کھالیں۔ اس سے بینائی کو فائدہ ہو سکتا ہے۔

س: میری عمر ۱۱ سال ہے۔ میری آنکھیں بہت کم زور ہیں، میں اپنی کلاس میں سب سے آگے بیٹھتی ہوں، پھر بھی مجھے بلیک بورڈ پر لکھا ہوا صاف نظر نہیں آتا۔ مہربانی فرما کر کوئی علاج تجویز فرمائیں۔ فائزہ نسیم اختر، کراچی

س: میری دُور کی نظر کم زور ہے۔ اسکول میں بلیک بورڈ پر لکھے ہوئے حروف نظر نہیں آتے۔ کوئی علاج ہو تو بتائیے۔ امین اقبال، کراچی

ج: سب سے پہلے تدبیر یہ ہے کہ آپ اپنی آنکھیں ٹیسٹ کرائیے۔ اگر بینائی کم زور ہے اور ضرور ہے، تو عینک لگا لیجیے۔ عینک لگانا اس لیے مناسب ہے کہ عینک کی مدد کے بغیر پڑھتے لکھتے رہنا آنکھوں کو مزید کم زور کر سکتا ہے۔ عینک لگا لینے کے بعد پھر

وہ تمام تدابیر کیجیے کہ جو میں نے نجم الاسلام کے سوال کے جواب میں بتائی ہیں۔

نزلہ

س: میرے بھائی کو تین سال سے نزلہ ہے۔ اس کی عمر تقریباً گیارہ سال ہے۔ کوئی علاج بتائیں۔
کلثوم بی بی خادم حسین، کراچی

س: میری عمر بارہ سال ہے۔ آٹھویں جماعت کی طالبہ ہوں، مجھے ہمیشہ نزلہ رہتا ہے۔ چھینکیں بہت آتی ہیں، چھینکوں کے فوراً بعد ناک سے پانی بہنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سر میں بھی درد ہوتا ہے۔ بہت علاج کیا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ یہ شکایت تقریباً ایک سال سے ہے۔
شہناز کوثر، کراچی

ج: آج کل نئی طبّی زبان میں اس کیفیت کا نام "ایلرجی" ہے۔ یہ زمانۂ حال کا مرض تو نہیں ہے، مگر یہ بات ضرور ہے کہ اب یہ بہ کثرت ہوتا ہے۔ ایلرجی ایک بڑی آسان تشخیص ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر کوئی مرض سمجھ میں نہیں آئے تو بعض "سمجھ دار" اس کو فوراً ایلرجی کہہ کر پیچھا چھڑا لیتے ہیں! آج کل خراب، ملاوٹ دار غذاؤں کی وجہ سے انسانی جسم میں فساد برپا ہے۔ پھر غیر ضروری دوائیں کھانے سے بھی انسان کے جسم میں فساد پیدا ہو رہا ہے اور نئے نئے امراض جنم لے رہے ہیں۔ آپ ایسا کریں کہ سات دانے سپستاں اور ۶ گرام گل بنفشہ پانی میں جوش دے کر چھان کر ۱۵۔ ۲۰ دن تک روزانہ صبح پی ڈالیں۔ اس سے نزلے زکام کو فائدہ ہو جائے گا۔

سردی کے موسم میں چوٹ

س: سردی کے موسم میں اگر چوٹ لگ جائے تو گرمی کے موسم کی بہ نسبت زیادہ تکلیف کیوں ہوتی ہے؟
تبسم شاکر علی، کراچی

ج: سردی کے موسم میں ہماری جلد گرمیوں کے مقابلے میں سخت اور سُکڑی ہوئی ہوتی ہے۔ اس میں دورانِ خون ذرا سُست ہوتا ہے۔ چوٹ لگ جائے تو خون تیزی سے وہاں نہیں آتا، جب کہ گرمیوں میں جلد نرم ہوتی ہے اور اگر چوٹ لگ جائے تو خون دوڑ کر زیادہ جمع ہو جاتا ہے اور تکلیف کا احساس فوراً کم ہو جاتا ہے۔ جب کہ سردیوں میں ایسا دیر میں ہوتا ہے۔ پھر سردی سے جلد زیادہ حسّاس ہوتی ہے اور تکلیف کا احساس زیادہ ہوتا ہے۔

ٹانسلز

س: میرے ٹانسلز بڑھ جاتے ہیں، اگر میں یہ سوچوں کہ کافی دن ہو گئے میرے ٹانسلز نہیں بڑھے تو دوسرے دن ٹانسلز بڑھ جاتے ہیں۔ کبھی کوئی کھٹی چیز کھالوں یا رات کو گلا خشک ہو جائے اور فریج کا پانی پی لوں تو صبح ہونے تک گلا خراب ہو جاتا ہے، کھانسی شروع ہو جاتی ہے اور بخار آجاتا ہے۔

شازیہ عزیز سید، سکھر

ج: ظاہر ہے کہ آپ کے گلوں میں ورم آگیا ہے۔ جب تک یہ ورم رہے گا جراثیم ان پر حملہ آور ہوتے رہیں گے۔ جسم کی اپنی قوت ان کا مقابلہ کرتی رہے گی۔ آرام آتا رہے گا، مگر پھر گلے بیمار ہوتے رہیں گے۔ اس کا ایک علاج یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ اپریشن کرکے ان کو نکلوا دیا جائے، مگر اب ماہرین کی رائے یہ ہے کہ حفاظت کے ان چوکی داروں کو نکالنا نہیں چاہیے ورنہ پھیپڑوں وغیرہ کے امراض پیدا ہو سکتے ہیں اور دوسری پیچیدگیاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں اور صحت متاثر ہو سکتی ہے۔

آپ ایسا کریں کہ روزانہ نیم گرم پانی سے جس میں ذرا سا نمک ملا ہوا ہو دن میں کئی بار غرارے کریں۔ رات کو سوتے وقت تو غرارے ضرور ہی کریں۔ صبح انگوٹھے سے گلوں کو ہلکے سے احتیاط سے دبانا چاہیے۔ یہ ان کی مالش ہوئی، ایسا کرنے سے ان میں قوت آتی ہے اور وہ جراثیم کو بھی مغلوب کر لیتے ہیں۔ انگوٹھے سے گلے دباتے وقت اگر ذرا سا کتھا انگوٹھے پر لگا لیں تو اس کتھے سے گلے کا مرض رفع ہوتا ہے۔

طب کی روشنی میں

سوالات بھیجنے والوں کے لیے

کالم طب کی روشنی کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کا اندازہ آنے والے بے شمار خطوط سے ہو رہا ہے۔ اکثر نونہال اس قسم کے سوالات بھیج رہے ہیں جن کے جواب رسالے میں شائع نہیں کیے جا سکتے۔ ایسے نونہالوں کو چاہیے کہ وہ اپنا مکمل پتا ضرور لکھیں تاکہ انھیں خط کے ذریعے سے ضروری مشورہ دیا جا سکے۔ مطب ہمدرد کے ماہر اطبا کسی معاوضے کے بغیر یہ خدمت انجام دیتے ہیں۔ جو نونہال اپنے سوالات کے جلد جوابات چاہتے ہیں وہ بھی اپنا پتا ضرور لکھیں۔ اگر آپ رسالے میں جواب چاہتے ہیں تب بھی اپنا پتا ضرور لکھیے۔

۲۳۔ مارچ

محمد انوار احمد

یوم پاکستان ہے بچّو
ملّت کی یہ آن ہے بچّو
قائد کا ارمان ہے بچّو
وہ دن یاد دلانے آیا

دیکھ کے جب ہم ملکی سیاست
بھانپ کے دشمن کی جب نیّت
اٹھّے تھے سب کر کے ہمّت
وہ دن یاد دلانے آیا

اُٹھے تھے جب مل کر باہم
لے کر دل میں عزمِ مصمّم
رہ گیا جس پر حیراں عالم
وہ دن یاد دلانے آیا

پھر سے ہم کو جگانے آیا
بھولا سبق دہرانے آیا
اپنا لہو گرمانے آیا
وہ دن یاد دلانے آیا

اپنے وطن کی شان بڑھائیں
اپنے وطن کی آن بڑھائیں
اپنا قومی علَم لہرائیں
اس تاریخ کو بھول نہ جائیں

ایک اور یادگار تحفہ

جنوری ۸۵ء کے شمارے کے ساتھ "ہمدرد آٹو گراف بک" کا تحفہ سب نونہالوں کو پسند آیا اور بہت پسند آیا۔ آپ کو خوشی ہوئی اور ہمیں اطمینان ہوا۔ اب ایک اور خوش خبری سُنیے۔

مئی ۸۵ء کا شمارہ بھی خالی نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھ بھی آپ کو ایک خوب صورت اور کار آمد تحفہ ملے گا۔ یہ تحفہ بارہ کارڈ ہوں گے، تصویروں والے کارڈ۔ بتائیے کس کی تصویریں ہوں گی۔ اپنے محسنوں کی۔ ہم آج جس آزادی کی نعمت سے مالا مال ہیں، وہ جن بزرگوں نے ہمیں عطا کی، وہی ہمارے محسن اور رہنما ہیں۔ ان بزرگوں کو اگر ہم یاد نہ رکھیں تو یہ ہماری احسان فراموشی ہوگی۔ یہ ہمارے قومی ہیرو ہیں۔ ان میں سے بارہ رہنماؤں کی تصویروں کا ایک حسین سیٹ ان شاء اللہ ہمدرد نونہال مئی ۸۵ء کے ساتھ آپ کو ملے گا۔ ان بزرگوں کی خدمات بھی چند لفظوں میں کارڈوں پر لکھی ہوں گی۔

یہ تحفہ ہمدرد کی جانب سے ہوگا اور اس خوشی میں دیا جائے گا کہ آپ کو پڑھنے کا شوق ہے۔ یہ گویا اچھے پڑھنے والوں کے لیے تعلیمی تحفہ ہوگا۔ مقصد یہ ہے کہ آپ اپنے محسنوں کو پہچانیں، سمجھیں، یاد رکھیں اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ان کے بارے میں اور زیادہ معلومات حاصل کریں۔ جب معلومات خوب حاصل ہو جائیں گی تو آپ اُن جیسے بننے کی کوشش کریں گے۔ انھوں نے ہمیں آزادی دلائی، آپ اس آزادی کو قائم رکھیں اور پاکستان کو بہترین ملک بنائیں۔ پہلے پاکستان کے لیے سوچیں پھر اپنے لیے سوچیں۔

ہمدرد نونہال کا یہی پیغام ہے اور اِسی لیے یہ یادگار تحفہ آپ کو پیش کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔ جناب حکیم محمد سعید کا یہ مقولہ یاد رکھیے:

پاکستان سے محبّت کرو   پاکستان کی تعمیر کرو

گُردے ــــ صفائی کی بہترین مشین

ڈاکٹر فاطمہ جوّاد

خالد اور رعنا اسکول کا کام ختم کرکے اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے جب خالد نے رعنا کو بتایا کہ عمران کے چچا کو گردوں کی کوئی بیماری تھی، جس کی وجہ سے ان کے گُردے ختم ہو چکے ہیں تو رعنا نے نہایت حیرانی کے عالم میں اس طرف دیکھتے ہوئے کہا، "میں ہمیشہ سوچتی تھی کہ کوئی بھی شخص گُردوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔"

خالد نے کہا، "ہاں رعنا، یہ بات بالکل درست ہے۔ تم میری بات پر دھیان کیوں نہیں دیتی ہو۔ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں کتنا ذہین ہوں۔ سنو اب عمران کے چچا کو مصنوعی گُردہ لگا دیا گیا ہے۔"

رعنا نے اور بھی زیادہ حیران ہوتے ہوئے خالد کو مشورہ دیا کہ کیوں نہ ہم رفعت باجی کے پاس چلیں اور ان سے گُردے کے بارے میں تمام تفصیلات معلوم کریں۔

خالد بہ خوشی رفعت باجی کے پاس جانے کے لیے تیار ہو گیا، کیوں کہ وہ بھی گُردوں کے بارے میں کچھ معلومات نہیں رکھتا تھا۔ دونوں بچّے رفعت باجی کے کمرے کی طرف روانہ ہو گئے اور ان سے انسانی گُردے کے بارے میں تمام تفصیلات بیان کرنے کی خواہش کی۔

گُردوں کے کام

رفعت باجی نے بتانا شروع کیا:

انسان میں گُردوں کی ایک جوڑی ہوتی ہے اور ان کی بناوٹ سیم کے بیج جیسی ہوتی ہے۔ ان کی لمبائی ۱۲ سینٹی میٹر اور چوڑائی ۷ سینٹی میٹر ہوتی ہے۔ دونوں گردے جوفِ معدہ (ABLAMEN) میں ریڑھ کی ہڈی کے دائیں بائیں نچلی پسلیوں کی سطح پر واقع ہوتے ہیں۔ گُردے اندرونی اور بیرونی دو حصّوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ بیرونی حصّہ کارٹیکس کہلاتا ہے

اور اندرونی حصّے کو میڈولا (MEDULLA) کہتے ہیں۔ گُردے کا انتہائی اندرونی حصّہ پیلوِس (PELVIS) کہلاتا ہے، جو ایک نالی سے یوریٹر (URETER) سے منسلک ہوتا ہے جو پچھلی جانب مثانے یعنی یوریزی بلیڈر میں کھلتی ہے۔ یوریٹر ایک کولیکٹنگ ٹیوب (COLLECTING TUBE) کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہر ایک گُردہ دس لاکھ کام کرنے والے یونٹس پر مشتمل ہوتا ہوتا ہے۔ ان یونٹس کو نفرونس (NEPHRONS) کہتے ہیں۔ اگر ان کو خُرد بین سے دیکھا جائے تو ان کی شکل بڑے سَر والے کیڑوں کی طرح نظر آتی ہے، جن کی دُمیں پیچ در پیچ دکھائی دیتی ہیں۔ اس سَر کو گلومیرولِس (GLOMERULUS) اور دُم کو ٹیوبیول (TOBULE) کہتے ہیں۔ گُردوں کا اصل اور واضح کام یہ ہے کہ وہ ہمارے جسم میں سے بے کار مادّے اور نمکیات وغیرہ پیشاب کی شکل میں خارج کر دیں۔ صحت مند جوان انسان کے جسم میں پیشاب کی مقدار ایک لیٹر سے لے کر ڈیڑھ لیٹر تک ہوتی ہے۔ گردوں کے ذریعہ سے جو پیشاب تیار ہوتا ہے وہ یوریٹرز کے ذریعہ سے ایک عَضلاتی تھیلے میں (جسے یوریزی بلیڈر کہتے ہیں) داخل ہو جاتا ہے اور پھر یہاں سے وہ خود بہ خود وقفے وقفے سے باہر خارج ہوتا رہتا ہے۔ گردوں کا کام یہ ہے کہ خون سے بے کار مادّوں اور نمکیات وغیرہ کی ضرورت سے زیادہ مقدار خارج کر دیں تاکہ جسم میں پانی نمکیات وغیرہ کا تناسب صحیح رہے اور اس طرح تمام بے کار مادّوں اور نمکیات کی زیادہ مقدار پیشاب کی صورت میں خارج ہو جاتی ہے اور دورانِ خون کا تناسب صحیح رہتا ہے۔

گُردوں پر متعدی بیماریوں کا حملہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس حملے کا سبب بیکٹریا ہوتے ہیں۔ گُردوں میں درد ہونے لگتا ہے اور پھر گردوں میں پتّھری ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے گردوں میں شدید درد اُٹھتا ہے اور انسان ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگتا ہے۔ یہ پتّھری اپریشن کے ذریعہ سے نکالی جاتی ہے۔

مشینی گُردہ

کئی ایسی پرانی اور مُزمن بیماریاں ہوتی ہیں جن کی وجہ سے گُردے آہستہ آہستہ کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور آخر بالکل ناکارہ ہو جاتے ہیں اور انسان موت سے ہم کنار ہو جاتا ہے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک گردہ پتھری وغیرہ سے تباہ ہو جاتا ہے اور مجبوراً اسے نکال دیا جاتا ہے تو دوسرا گردہ ضائع شدہ گردے کے حصّے کا کام سنبھال لیتا ہے اور اس طرح اسے ڈبل ڈیوٹی انجام دینی پڑتی ہے، لیکن اکثر دونوں مُساوی طور پر متاثر ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی کارکردگی یک ساں طور پر کم ہو جاتی ہے۔ اس طرح بے کار مادّے جسم میں جمع ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور انسان شدید بیمار ہو جاتا ہے۔ ایسے مریضوں کا خون صاف کیا جاتا ہے۔ خون صاف کرنے کی مشین کو مصنوعی گردہ (ARTIFICIAL KIDNEY) کہتے ہیں۔ اور جس طریقے سے یہ مشین کام کرتی ہے اور اس سے جسم کا خون صاف کیا جاتا ہے اس طریقے کو ہیمیوڈیالی سِس (HAMEODIALYSIS) کہتے ہیں۔

رعنا نے کہا "رفعت باجی! میں تو آپ کی سچ مچ گرویدہ ہو گئی ہوں۔ کیا آپ ہمیں مزید تفصیلات نہیں بتائیں گی؟"

"یقیناً یہ تمام تفصیلات میں آپ دونوں کو بتاؤں گی، لیکن بعد میں، کیوں کہ ابھی میں سیما سے ملنے جاؤں گی۔"

خالد جو ابھی بالکل خاموش بیٹھا تھا بول اُٹھا "اچھا باجی، وعدہ ہے نا؟ تاکہ میں تمام تفصیلات معلوم کرنے کے بعد عمران کو تفصیل سے سمجھا سکوں۔"

(پندرہ روزہ طبیب، کراچی کا شکریہ)

بچّوں کی کتابیں

البیرونی کہانی اور کارنامے از خاطر غزنوی **جوہرِ قابل** از مسعود احمد برکاتی

یہ کتابیں ختم ہو گئی تھیں۔ اب اِن کے نئے ایڈیشن شائع کیے جا رہے ہیں۔
جلد ہی یہ کتابیں آپ خرید سکیں گے۔

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس

ہمدرد سنٹر، ناظم آباد ۳، کراچی ۱۸

شوقِ شرارت

پی جی وڈ ہاؤس

صبح کا وقت تھا۔ میں ناشتا کر رہا تھا، مگر میرا دل گڑھے میں تھا، کیوں کہ آج ہی مجھے مجبوراً تین ہفتوں کے لیے اپنی آنٹی اگا تھا کے ہاں جانا تھا۔ میں نے اپنے دیرینہ اور دانا خدمت گار جیوز سے کہا:

"آج میں خوش نہیں ہوں۔"

"واقعی جناب؟" وہ بولا۔

"جیوز، میں یہ سوچ رہا ہوں کہ آنٹی اگا تھا نے آخر مجھے بلوایا کیوں ہے۔ یہ تو ہے نہیں کہ وہ مجھے چاہتی ہوں۔ ہر مرتبہ جب بھی میری اور ان کی مُڈ بھیڑ ہوئی ہے تو مجھ سے ایک نہ ایک حماقت سرزد ہو جاتی ہے اور وہ آگ بگولا ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا وہ مجھے انتہائی گاؤدی سمجھتی ہیں۔"

"جناب، دروازے پر کوئی آیا ہے۔" یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ میں نے اتنے میں انڈوں کی پلیٹ صاف کر ڈالی۔

"ایک تار آیا ہے۔" جیوز نے واپس آکر کہا۔

"کھولو اور پڑھو۔ کس نے بھیجا ہے؟"

"نام نہیں لکھا ہے۔"

میں نے خود تار لے کر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا: "تم جب یہاں آنا تو بالکل اجنبی کی طرح ملنا۔"

"جیوز، اس کا کیا مطلب ہے؟"

"جناب، میں کچھ نہیں کہہ سکتا، البتہ یہ اسی جگہ سے آیا ہے جہاں آپ کی خالہ صاحبہ رہتی ہیں۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ کوئی اور شخص خالہ صاحبہ کے ہاں مقیم ہے اور وہ یہ ضروری سمجھتا ہے کہ میں جب اس سے ملوں تو بالکل اجنبی کی طرح پیش آؤں۔ بہرحال دیکھا جائے گا۔"

میں چار بجے خالہ صاحبہ کے ہاں پہنچ گیا۔ وہ بیٹھی خط لکھ رہی تھیں۔ مجھے دیکھ کر وہ کچھ زیادہ خوش نہیں ہوئیں: "برٹی، تم آ گئے؟"

"جی ہاں میں آ گیا۔"

"تمھاری ناک پر دھبّا ہے۔" میں نے رومال سے اپنی ناک صاف کر لی۔

"اچھا ہوا تم جلدی آ گئے۔ میں چاہتی ہوں کہ مسٹر فِلمر سے ملنے سے پہلے میں تم سے چند باتیں کر لوں۔"

"کون؟"

"مسٹر فِلمر ایک وزیر ہیں۔ وہ ہمارے پاس ٹھیرے ہوئے ہیں۔ میں چاہتی ہوں

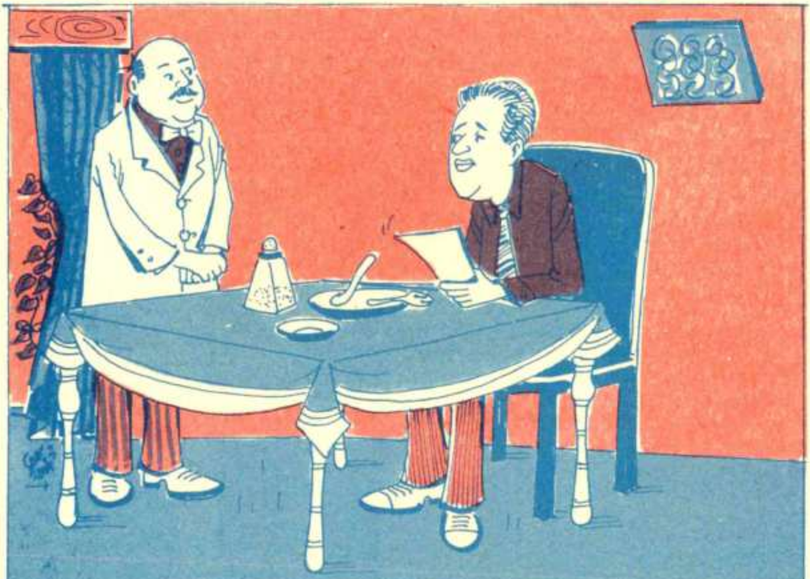

تار میں لکھا تھا: "تم جب آنا تو بالکل اجنبی کی طرح آنا۔"

کہ وہ تمھارے بارے میں اچھی رائے قائم کریں۔"
"بہت بہتر۔"
"بیچ میں نہ بولو۔ مسٹر فلمر نہایت سنجیدہ قسم کے آدمی ہیں اور تم اس قدر لا اُبالی واقع ہوتے ہو کہ تمھارے بارے میں ان کے لیے اچھی رائے قائم کرنا بڑا دشوار ہو گا۔ لہٰذا پہلا کام تو یہ کرو کہ سگرٹ پینا ترک کر دو۔ مسٹر فلمر اس انجمن کے صدر ہیں جو تمباکو نوشی کے خلاف مہم چلا رہی ہے۔ دوسری بات یہ کہ تم گفت گو میں شائستگی اختیار کرو۔ مسٹر فلمر زیادہ تر تمھاری گفت گو سے تمھارے بارے میں اپنی رائے قائم کریں گے۔"

میں نے احتجاج کرتے ہوئے کہا، "لیکن آخر مسٹر فلمر کی نظروں میں مجھے اچھا بننے کی کیا ضرورت ہے؟"

"اس لیے کہ میں یہ چاہتی ہوں۔"

میں اپنا سا منھ لے کر باغ کی طرف چلا گیا۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے بچپن کا دوست بنگو لٹل کھڑا ہوا ہے۔ میں بڑا خوش ہوا کہ چلو اس کی موجودگی سے میری کوفت کچھ کم ہو جائے گی۔ میری سمجھ میں نہ آیا کہ وہ یہاں کیا کر رہا ہے۔ کچھ عرصے پہلے اس نے ایک مشہور مُصنّفہ سے شادی کر لی تھی، جس کا نام تھا رُوزی۔ ایم بینکس۔ جب وہ امریکا لکچر دینے جانے لگیں تو بنگو ان کے ساتھ جانے والا تھا، مگر گھُڑ دوڑ کے شوق کی وجہ سے وہ نہیں گیا۔ میں زور سے چلّایا:

"بنگو!" وہ گھوم پڑا اور اس کے چہرے سے پریشانی نمایاں ہو گئی۔ اس نے بازو ہلا کر کہا، "خاموش، کیا تم مجھے تباہ کر دینا چاہتے ہو؟"

"ہائیں!"

"کیا میرا تار تم کو نہیں ملا؟"

"اچھا تو وہ تمھارا تار تھا؟"

"ہاں اور میرا خط بھی تو ملا ہو گا؟" "نہیں، خط تو نہیں ملا۔"

"میں اسے ڈالنا بھول گیا ہوں گا۔ میں نے لکھا تھا کہ میں تمھارے خالہ زاد بھائی

ٹامس کو پڑھانے کے لیے یہاں آیا ہوا ہوں۔ تم جب یہاں مجھ سے ملو تو بالکل اجنبی کی طرح پیش آنا۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ اگر تمھاری خالہ کو یہ معلوم ہو گیا کہ میں تمھارا دوست ہوں تو وہ فوراً مجھے نکال باہر کریں گی۔"

"کیوں؟"

"ذرا دیر کے لیے تم اپنے آپ کو اپنی خالہ کی جگہ تصوّر کرو اور تم جس طرح کے آدمی ہو، اس کے بارے میں سوچو۔ اب بتاؤ کہ کیا تم اپنے بیٹے کے لیے ایسے استاد کو منتخب کرو گے جو تمھارا دوست ہو؟"

یہ سُن کر میں چکرا گیا اور بولا "میں تو سمجھا تھا کہ تم امریکا میں ہو اور یہ تم نے لڑکوں کو پڑھانا کیوں شروع کر دیا؟"

میں برساتی پہن کر مسٹر فلر کو تلاش کرنے نکل گیا۔

"اس کی وجہ ہے۔ بہرحال یہ اچھی طرح سے سمجھ لو کہ تم اپنی دوستی کا اظہار ہرگز نہ کرنا۔ تمھارے نالائق خالہ زاد بھائی کو پرسوں سگرٹ پیتے ہوئے پکڑا گیا ہے جس کی وجہ سے میں بڑا پریشان ہوں، کیوں کہ تمھاری خالہ کا خیال ہے کہ یہ میری بے پروائی کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا اگر انھوں نے تم کو مجھ سے باتیں کرتے ہوئے دیکھ لیا تو وہ مجھ کو نکال دیں گی اور میرے لیے یہ ملازمت نہایت ضروری ہے۔"

اتنے میں اس نے کچھ آہٹ سُنی لہٰذا وہ کُود کر جھاڑیوں میں چھپ گیا اور میں جیوز سے مشورہ کرنے کے لیے چلا گیا۔ جیوز میرا سامان کھول رہا تھا۔ میں نے کہا، "جیوز، وہ تار مسٹر لٹل نے بھیجا تھا۔ وہ یہاں میرے خالہ زاد بھائی ٹامس کو پڑھا رہے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا سا آزاد آدمی یہ کام کیوں کر رہا ہے۔"

"یہ تو واقعی عجیب سی بات ہے۔"

"اور پھر میرا خالہ زاد بھائی ٹامس تو ایسا شیطان ہے کہ ہر ایک اس سے پناہ مانگتا ہے۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ معاملہ ہے کیا۔"

چناں چہ اس طرح سے میرے قیام کی ابتدا ہوئی۔ سگرٹ چھوڑ دینا پڑی اور مسٹر فلمر کے ساتھ گالف کھیلنا پڑی۔ ایک دن میں رات کے کھانے کے لیے لباس تبدیل کر رہا تھا کہ اتنے میں بنگو میرے کمرے میں آ گیا۔ وہ نہایت پریشان نظر آ رہا تھا۔ بنگو پلنگ پر بیٹھ گیا۔ پھر بولا، "برٹی، تمھارے جیوز کا دماغ آج کل کیسا چل رہا ہے؟"

"اچھا خاصا ہے۔ کیوں جیوز؟"

"جی ہاں جناب!"

"شکر ہے خدا کا۔ مجھے نہایت عمدہ مشورے کی ضرورت ہے ورنہ میں تباہ ہو جاؤں گا۔" بنگو بولا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے ہمدردی سے پوچھا۔

"میں بتاتا ہوں برٹی، میں یہاں اس نالائق لڑکے کو پڑھانے اس لیے آیا ہوں کہ یہی ایک کام میرے لیے رہ گیا تھا۔ میری بیوی روزی امریکا جانے سے پہلے مجھے

صرف سو پاؤنڈ دے گئی اور اپنے کتّے کو بھی میرے حوالے کر گئی۔ یہ رقم اس کی واپسی تک چل جاتی، مگر تم تو جانتے ہی ہو۔"

"کیوں، کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے اس رقم کو ایک گھوڑے پر لگا دیا اور ہار گیا۔ کتّے کو تو خیر میں نے ایک جگہ رکھوا دیا اور میں نے یہاں پڑھانے کی ملازمت کر لی۔"

"بس اب تم چند ہفتوں تک اس کو نباہ دو۔ پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔" میں نے کہا۔ "چند ہفتوں تک! میرے لیے تو دو دن گزارنا بھی دشوار ہے۔ تم کو میں نے بتایا تھا کہ ٹامس کو سگریٹ پیتے جو پکڑا گیا تو اس کے لیے آنٹی اگاتھا مجھ کو ذمّے دار ٹھیراتی ہیں۔ مجھے اب معلوم ہوا ہے کہ ٹامس کو پکڑنے والے مسٹر فِلمر تھے، اور دس منٹ پہلے ٹامس نے مجھ سے کہا ہے کہ وہ مسٹر فِلمر سے اس کا انتقام لے گا۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیا کرنے والا ہے، لیکن اگر اس نے وہی کیا جس کی وہ دھمکی دے چکا ہے تو پھر تمھاری خالہ مجھ کو نکال باہر کریں گی، کیوں کہ وہ مسٹر فِلمر کو خدا جانے کیا سمجھتی ہیں۔"

یہ سُن کر میں نے جیوز کو مخاطب کیا، "تم سمجھ گئے؟"

"جی ہاں جناب۔"

"تو پھر کچھ سوچو۔"

"معاف کیجیے گا، فی الحال تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

یہ سُن کر بنگو نے ایک عجیب سی آواز نکالی۔ پھر بولا، "پھر تو میرے لیے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ٹامس کو ایک سکنڈ کے لیے بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دوں، لیکن جیوز، تم اس دوران غور کرتے رہنا۔"

"بے شک جناب۔"

چناں چہ بنگو نے ٹامس کی نگرانی شروع کر دی اور دو روز تک ٹامس کو ایک لمحے کے لیے بھی مہلت نہ مل سکی، لیکن دوسرے دن کی شام کو آنٹی اگاتھا نے بتایا کہ کچھ لوگ ٹینس کھیلنے آرہے ہیں۔ میں ڈرا کہ اب ضرور کوئی حادثہ رُونما ہو جائے گا، کیوں کہ بنگو ٹینس کا بڑا شیدائی ہے۔ جب وہ ٹینس کھیلنے لگتا ہے تو دنیا و ما فیہا سے بے خبر ہو جاتا ہے۔

چناں چہ رات کو میں نے جیوز سے کہا، "تمھارا کیا خیال ہے، ٹامس کیا حرکت کرنے والا ہے۔" جیوز نے کہا، "جناب، آج سہ پہر میں نے ٹامس سے بات کی تھی۔ وہ کہنے لگا کہ اس نے حال ہی میں ایک کتاب پڑھی۔ ٹریژر آئی لینڈ (خزانے کا جزیرہ)۔ اس میں ایک کردار ہے کپتان فِلنٹ کا۔ اس سے وہ بے حد متاثر ہوا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ کپتان فلنٹ کی طرز پر کچھ کرنے والا ہے۔"

"ارے جیوز، یہ تو بڑا بُرا ہو گا۔"

بہرحال اگلے دن ڈھائی بجے ٹینس کا کھیل شروع ہو گیا۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ میں نے بنگو سے کہا، "نہ جانے ٹامس اس وقت کیا کر رہا ہو گا۔" بنگو کھیل میں ابھی سے اتنا منہمک ہو چکا تھا کہ اس نے سُنی اَن سُنی کر دی۔ میں نے پھر کہا، "ٹامس دکھائی نہیں دے رہا ہے۔" بنگو نے میری بات پھر نہیں سنی۔ مجھ کو بہرحال یہ دیکھ کر کچھ اطمینان ہوا کہ مسٹر فِلمر چند خواتین کے درمیان بیٹھے کھیل دیکھ رہے ہیں، لہٰذا میں بھی کھیل دیکھنے لگا۔

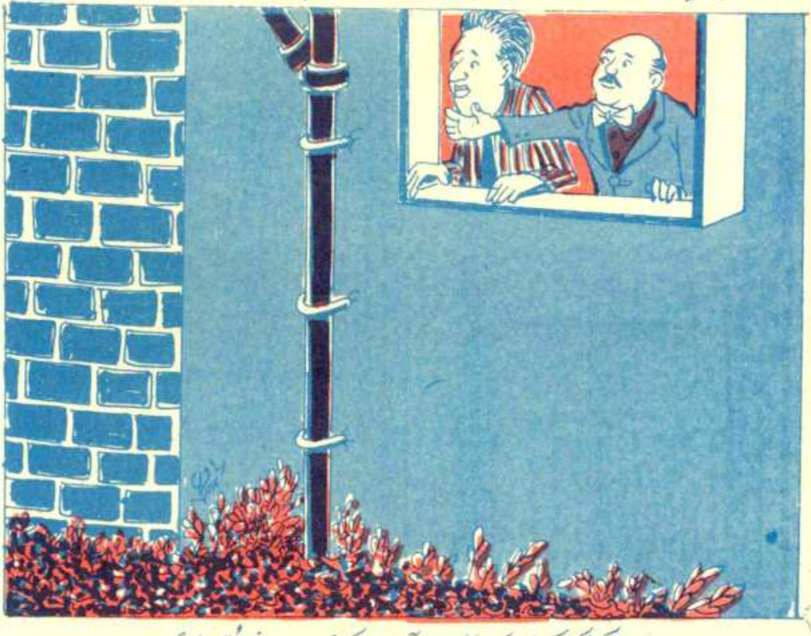

"کھڑکی کے باہر ایک پائپ ہے آپ اس کے ذریعہ سے نیچے اُتر جائیے۔"

مگر ذرا ہی دیر میں بادل گرجنے لگے اور بارش شروع ہو گئی۔ ہم سب گھر کی طرف بھاگے اور ڈرائنگ روم میں چائے کا انتظار کرنے لگے۔ اتنے میں آنٹی اگاتھا سینڈوچ بناتے ہوئے بولیں، "کسی نے مسٹر فلمر کو دیکھا؟" یہ سُن کر میں گھبرا گیا، کیوں کہ مسٹر فلمر کھانے پینے کے بڑے شوقین تھے ان کا غائب ہونا کسی دشمن کی حرکت ہی کی بنا پر ہو سکتا تھا۔ اتنے میں آنٹی اگاتھا بولیں، "شاید وہ بارش میں کہیں پھنس گئے ہوں۔ بَرٹی۔ جاؤ ان کو تلاش کرو۔ ان کے لیے ایک برساتی لیتے جاؤ۔" چناں چہ میں نے فوراً برساتی پہنی اور مسٹر فلمر کو تلاش کرنے نکل پڑا۔ ہال میں جیوز مل گیا۔ "جیوز، مسٹر فلمر غائب ہیں۔ میں ان کو تلاش کرنے جا رہا ہوں۔"

"جھیل کے بیچوں بیچ جو جزیرہ ہے مسٹر فلمر وہاں ہیں۔"

"وہ کشتی پر واپس کیوں نہیں آجاتے؟"

"ان کے پاس کشتی نہیں ہے۔"

"تو پھر وہ جزیرے تک پہنچے کس طرح؟"

"وہ کشتی پر وہاں گئے تھے، لیکن ماسٹر ٹامس دوسری کشتی پر وہاں پہنچ گئے اور مسٹر فلمر کی کشتی کو کھول کر بہا دیا۔ ماسٹر ٹامس نے ذرا دیر قبل مجھ کو یہ بتایا ہے۔ بات یہ ہے کہ کپتان فلنٹ لوگوں کو جزیروں پر اسی طرح سے قید کر دیا کرتا تھا۔ لہٰذا ماسٹر ٹامس نے سوچا کہ کپتان فلنٹ کے نقشِ قدم پر چلنا بہتر ہو گا۔"

"غضب خدا کا جیوز، وہ تو بھیگ کر چوہا بن گئے ہوں گے۔"

"جی ہاں، ماسٹر ٹامس نے ان کی حالت پر کچھ اسی طرح کا تبصرہ کیا تھا۔"

"جیوز، فوراً میرے ساتھ چلو۔"

"بہت بہتر جناب۔"

میں سیدھا کشتی گھر کی طرف دوڑا۔ میرے خالو صاحب نے بڑی دولت کمائی تھی۔ چناں چہ خالہ صاحبہ نے ایک نہایت عالی شان جائداد خرید لی تھی۔ اس میں میلوں تک باغات تھے، طرح طرح کے چرند، پرند وہاں رہتے تھے۔ رنگا رنگ پھول تھے۔ بڑا سا اصطبل تھا، لیکن سب سے زیادہ نمایاں چیز تھی وہ جھیل۔ یہ مکان کے مشرق میں واقع

ہوئی تھی اور بہت بڑی تھی۔ اس جھیل کے بیچوں بیچ ایک جزیرہ تھا جس پر ایک عمارت بھی تھی۔ اسی عمارت کی چھت پر عالی مرتبت مسٹر فلمر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم جتنا جتنا جزیرے کے قریب پہنچتے گئے اتنی ہی مسٹر فلمر کی چیخوں کی صدا تیز ہوتی گئی۔ ہم لوگ کشتی کنارے لگا کر اُتر پڑے۔

"جیوز، تم یہاں ٹھیرو۔"

"بہت بہتر جناب، آج صبح مالی نے مجھ کو بتایا کہ ایک راج ہنس نے اس جزیرے پر اپنا گھونسلا بنا لیا ہے۔"

"جیوز، اس وقت ان باتوں کی ضرورت نہیں۔"

"بہت خوب جناب۔"

میں جھاڑیوں میں آگے بڑھتا چلا گیا اور ایک ایسی کھلی ہوئی جگہ پر پہنچ گیا جو عمارت کے سامنے تھی۔ مسٹر فلمر نے ہم کو نہیں دیکھا تھا۔ لہٰذا وہ مسلسل چیختے چلاتے چلے جا رہے تھے۔ میں نے چلّا کر ان کو اپنی آمد کی اطلاع کی۔ "ہائی!" انھوں نے سر آگے بڑھا کر صدا دی۔ "ہائی!" اور چاروں طرف دیکھنے لگے۔ چناں چہ بڑی دیر تک وہ اور میں "ہائی! ہائی!" کرتے رہے۔ آخر انھوں نے مجھ کو دیکھ لیا۔ میں ابھی اور کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ اتنے میں میرے داہنی جانب سے کوئی بہت بڑی سی سفید چیز شور مچاتی ہوئی نکل پڑی۔ میں اپنی جان بچانے کے لیے تیزی سے اوپر چڑھنے لگا۔ کسی چیز نے میرے داہنے ٹخنے کے نزدیک والی دیوار پر بڑے زور سے جھپٹّا مارا۔

"ہوشیار!" مسٹر فلمر چلّائے۔ میں اپنی جان بچا کر بڑی مشکل سے مسٹر فلمر کے پاس پہنچ گیا۔ اب جو نیچے نظر ڈالی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک دیوقامت راج ہنس کھڑا ہوا ہے۔ میں نے ایک اینٹ اُٹھا کر اس پر ماری۔

مسٹر فلمر بولے، "اسے پریشان نہ کرو۔" راج ہنس نے اپنی لمبی گردن کو بڑھا کر ہم پر حملہ کرنا چاہا۔ میں نے ایک اینٹ اور مارنا چاہی، مگر مسٹر فلمر نے مجھے روک دیا۔ مسٹر فلمر نے اب اپنی توجہ دوسرے موضوع پر مبذول فرمائی اور بولے، "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کشتی کیسے بہ گئی۔ میرا خیال ہے کہ یہ شرارت کسی نے جان بوجھ کر کی ہے۔" میں نے جیوز کو آواز دی۔ وہ بڑی

ہوشیاری سے راج ہنس سے بچتا بچاتا ہم تک آگیا۔ اور برساتی کو ڈھال بنا کر ہم لوگوں کو کشتی تک لے گیا اور ہم لوگ گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے بھر مسٹر فلمر خاموش رہے۔ کشتی سے اُترتے وقت بولے "مسٹر ووسٹر۔ مجھے یقین ہے کہ میری کشتی کو ٹامس نے بہادیا ہو گا، کیوں کہ وہ مجھ سے خفا تھا۔"

مسٹر فلمر تو گھر میں چلے گئے اور میں نے جیوز سے مشورہ کرنا شروع کر دیا اور جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئی تو میں اپنے کمرے میں چلا گیا تا کہ غسل کر کے لباس تبدیل کر لوں۔ ابھی میں غسل کر ہی رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ یہ میری خالہ کا بٹلر تھا، بَرِوِلس۔

"جناب، آپ کو بیگم صاحبہ نے یاد کیا ہے۔"

"بہت بہتر۔"

غسل کے بعد جب میں کمرے میں آیا تو جیوز میرا لباس رکھ رہا تھا۔

"جیوز، میرا خیال ہے کہ مسٹر فلمر کو کونین وغیرہ کھلا دی جائے۔"

"میں نے یہ پہلے ہی کر دیا ہے۔"

"جیوز، ہم کو فوراً کوئی ترکیب تلاش کرنا چاہیے، کیوں کہ مسٹر فلمر کا خیال ہے کہ ٹامس نے ان کی کشتی بہادی۔ اب اگر وہ یہی بات آنٹی سے کہتے ہیں تو وہ مسٹر بنگو لٹل کو فوراً نکال دیں گی کہ یہ ان ہی کی غفلت سے ہوا اور بیگم بنگو کو سارا واقعہ معلوم ہو جائے گا اور پھر میاں بیوی میں لڑائی ہو گی۔ لہٰذا جلدی بتاؤ کیا کرنا چاہیے۔"

"جناب، میں نے اس کا پہلے ہی بندوبست کر دیا ہے۔"

"اچھا؟"

"جی ہاں جناب، اتفاق سے میں نے مسٹر فلمر کی ایک بات سُن لی۔ بس اس کو سُنتے ہی مجھے ایک ترکیب سوجھ گئی۔"

"جیوز، تم تو واقعی کمال کرتے ہو۔"

"شکریہ جناب۔"

"تو کیا حل نکالا ہے تم نے؟"

"میں نے یہ سوچا کہ میں جا کر مسٹر فلمر سے یہ کہہ دوں کہ ان کی کشتی کو آپ نے بہا

دیا تھا:

"کیا کہا تم نے؟" میں چلّایا۔

"مسٹر فلمر کو پہلے تو یقین نہیں آیا، مگر میں نے ان سے کہا کہ آپ کو اس طرح کی شرارتیں کرنے کا شوق ہے۔ لہٰذا اب ان کو یقین آ گیا ہے۔"

میں حیران ہو کر جیوز کو دیکھتا رہ گیا۔

"اور اس کو تم ایک عمدہ حل کہتے ہو؟"

"جی ہاں جناب، اب مسٹر بنگو لٹل کی ملازمت کو کوئی خطرہ نہیں۔"

"اور میرا کیا حشر ہوگا؟"

"جناب، آپ کا بھی فائدہ ہو گیا۔"

"وہ کیسے؟"

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کی خالہ صاحبہ نے آپ کو یہاں اس لیے بلوایا تھا کہ وہ آپ کو مسٹر فلمر کا پرائیویٹ سکریٹری بنوا دیں۔"

"کیا؟"

"جی ہاں، پرووس بٹلر نے آپ کی خالہ صاحبہ اور مسٹر فلمر کی باتیں سُن لی تھیں۔"

"میں اور اس شخص کا سکریٹری! اس سے تو بہتر ہے کہ میں جہنم میں چلا جاؤں، لیکن جیوز، اب میں کروں تو کیا کروں؟ خالہ صاحبہ تو میری جان لے ڈالیں گی۔"

"جناب، بہتر یہی ہے کہ آپ ان سے ملاقات ہی نہ کریں۔"

"مگر یہ کیسے ہو سکے گا۔"

"کھڑکی کے باہر ایک پائپ ہے۔ آپ اس کے ذریعے سے نیچے اُتر جائیے۔ میں آپ کی موٹر کار بیس منٹ میں لے آتا ہوں۔"

میں نے بڑے احترام سے جیوز کو دیکھا، "جیوز، تم ہمیشہ ٹھیک سوچتے ہو مگر میری گاڑی بیس منٹ کے بجائے پانچ منٹ میں نہیں لا سکتے؟"

"جناب، دس منٹ کافی ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے، وہ پائپ کہاں ہے؟"

سلسلے وار کہانی

قسط ہشتم

چالاک خرگوش

کرشن چندر

خرگوش یہ سُن کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا، لیکن دو ایک بار جو اس نے نظر اُٹھا کے دیکھا تو چیتے کو مسکراتے پایا۔ چیتے کو خرگوش کی بات پر شبہ ہوا، مگر وہ بہ دستور کام کرتا رہا۔ دھوپ بہت تیز تھی اور جہاں چیتا لیٹا ہوا تھا وہاں سایہ بہت گھنا تھا، اس لیے چیتا جلدی ہی سو گیا اور خراٹے لینے لگا۔ چیتے کے سونے کے بعد خرگوش نے فوراً کام بند کر دیا۔ ہاتھ منھ دھویا اور ندی کی طرف چلا، جس کے پار ہاتھی کا گھر تھا۔ یہ راستہ نئی پگڈنڈی کا راستہ تھا جدھر خرگوشنی اور اس کے بچے گئے تھے۔

تھوڑی دُور چلنے کے بعد اس نے دیکھا کہ ایک کالی بلّی اس کا راستہ کاٹ کے جھاڑیوں میں گھُس گئی۔ کالی بلّی راستہ کاٹے تو ٹھیک نہیں ہوتا۔ خرگوش نے اپنے دل میں سوچا، مگر پھر آگے بڑھ گیا۔ آگے چل کر ایک سفید چوہا اس کا راستہ کاٹ گیا۔ خرگوش نے سوچا کالی بلّی

سفید کبوتر نے خرگوش کو خطرے سے آگاہ کر دیا۔

کے بعد سفید چوہا ملا۔ خدا خیر کرے، مگر ہمّت کر کے آگے بڑھا تو دُور سے اسے وہ گرا ہوا درخت نظر آیا۔ خرگوش وہیں رُک گیا۔

پہلے کالی بلّی، پھر سفید چوہا، پھر گرا ہوا درخت۔ آج تو آفت پر آفت ہے۔

آسمان پر ایک کبوتر اُڑ رہا تھا۔ وہ خرگوش کو دیکھ کر نیچے اُترا اور اس کے قریب سے اُڑتے اُڑتے یہ کہتے ہوئے بھاگ گیا:

بھاگو میرے بھائی، پیڑ کے نیچے کھائی
کھائی میں خوں خوار شکاری، کھائیں باری باری
تیری بیوی تیرے بچّے، کھائے انھوں نے کچّے
اب تجھ کو کھانے والے ہیں، راستے میں جال بچھانے والے ہیں

کبوتر اتنا کہہ کر اُڑ گیا۔ خرگوش کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اسے معلوم ہو گیا کہ بیمار ہاتھی کو دیکھنے کا بہانہ بنا کر ریچھ، لومڑ، بھیڑیے اور گیدڑ نے اس کے بیوی بچّوں کو کھا لیا تھا، دھوکے سے، اور اس وقت جب کہ وہ ان کے ساتھ کھیتوں میں کام کر رہا تھا۔ یہ بڑے بڑے جانور کتنے دھوکے باز ہیں۔ اپنا پیٹ بھرنے کے لیے جنگل کا ہر قانون توڑ دیتے ہیں۔ قانون کو بھی یہ بس اپنے فائدے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ بڑے بڑے ظالم جانور۔

خرگوش کے دل میں غصّہ تو بہت تھا، مگر اس وقت کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ سامنے کھائی کی طرف جانا گویا بالکل موت میں جانا تھا۔ وہ وہاں سے پلٹ پڑا اور واپس کھیتوں میں چلا گیا۔ کھیتوں میں جانے سے پہلے اس نے اچھی طرح سے ایک چشمے کے کنارے بیٹھ کر اپنا منھ دھویا تاکہ کوئی اس کے آنسو نہ دیکھ سکے۔ مگر اس کے دل میں بہت غصّہ تھا اور وہ کام کرتے کرتے اُن پر سوچتا رہا کہ کس طرح اس ظلم کا بدلا لے۔ اب تک تو وہ صرف اپنا بچاؤ کرتا آیا تھا، لیکن اب جب کہ بڑے بڑے جانوروں نے اس کے گھر کو برباد کر دیا تھا وہ یہ سوچنے لگا کہ کس طرح انھیں سزا دے تاکہ یہ لوگ آئندہ ایسی حرکت نہ کر سکیں۔ اپنا کام ختم کر کے جب وہ گھر پہنچا تو اس کے باقی بچّے اس کے گلے لپٹ گئے اور اس سے پوچھنے لگے، "تمھیں چوٹ کہاں لگی پاپا؟"

"چوٹ؟" خرگوش نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں" ایک بچّے نے کہا، "چچا گیدڑ یہاں آئے تھے۔ تمھارے لیے دوا لینے۔ ممی گھبرا کر اُن کے ساتھ ہو لیں اور ہمارے دو بڑے بھائی بھی۔ صبح سے گئے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کو کہاں چھوڑ آئے ہو پاپا؟"

خرگوش اپنے بستر میں منھ چھپا کے رونے لگا۔ اس نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ جن لوگوں نے اس کے بچّوں کی جان لی تھی جب تک وہ انھیں ختم نہ کر دے گا کبھی چین نہ لے گا۔

دوسرے دن خرگوش نے کسی کو اس بارے میں نہیں بتایا اور صبح اُٹھ کر بچّوں کو گھر میں بند کر کے باہر سے تالا لگا کے کھیتوں میں کام کرنے چلا گیا۔ آج بھی دن بھر کا کام تھا اور سب لوگ گھروں سے اپنا اپنا کھانا ساتھ لے کر آئے تھے۔ سب لوگوں نے کھانا ایک جگہ اکٹھا کر دیا اور لومڑ نے اپنے مکھن کا ڈبّا ایک چشمے کے ٹھنڈے پانی میں دبا کے رکھ دیا، کیوں کہ آج دھوپ بہت تیز تھی اور مکھن کے پگھل جانے کا ڈر تھا۔ خرگوش تو بے چارہ غریب تھا۔ ایک سوکھی سی روٹی اپنے ساتھ لے کے آیا تھا۔ حالاں کہ وہ لومڑ سے زیادہ محنت کرتا تھا، مگر اُسے زندگی میں آج تک مکھن نصیب نہ ہوا تھا۔ کام کرتے کرتے اس کا دل مکھن کھانے کو للچاتا رہا۔ آخر اس سے صبر نہ ہو سکا۔ اس نے کام کرتے کرتے اپنا سر جھاڑیوں سے اوپر اُٹھایا اور اپنے گھر کی طرف منھ کر کے ایسے بولا جیسے کسی نے اسے بُلایا ہو اور وہ جواب دیتے ہوئے کہہ رہا ہو :

"اچھا اچھا میں ابھی آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ لپک کر گھر کی طرف چلا اور تھوڑی دُور آگے جا کر رُک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا کہ کوئی اس کا پیچھا تو نہیں کر رہا ہے۔ جب اسے اطمینان ہو گیا تو وہ دبے پاؤں ٹھنڈے چشمے کے کنارے گیا۔ مکّھن کا ڈبّا نکال کر اس میں سے تھوڑا سا مکھن کھایا اور پھر ڈبّا اسی طرح بند کر کے چشمے میں دبا کے واپس کھیت میں آ کے کام کرنے لگا۔

گیدڑ نے پوچھا، "گھر کیوں گئے تھے بھائی؟"

خرگوش نے کہا، "کچھ نہیں بھائی، بچّوں نے بُلایا تھا۔ سب سے چھوٹا بچّہ ذرا بیمار ہے۔ دیکھنے چلا گیا تھا۔"

تھوڑی دیر تک پھر کام ہوتا رہا، مگر مکھن بہت عمدہ تھا اور خرگوش کو پھر مکھن کی یاد نے ستایا۔ اس نے پھر جھاڑیوں سے سر نکالا اور اپنے گھر کی طرف دیکھ کر کہا:

"ٹھیرو، ٹھیرو، میں خود آکے دوا دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کے خرگوش پھر وہاں سے بھاگ گیا۔ اب کی وہ جلدی واپس نہیں آیا۔ ذرا دیر میں آیا تو لومڑ نے اس سے پوچھا:

"کیا بات ہے جو بار بار تم گھر جا رہے ہو خرگوش بھیّا؟"

"کیا بتاؤں لومڑ جی۔ میرا چھوٹا بچّہ بہت بیمار ہے۔ بیمار کیا ہے بے چارہ مر رہا ہے، اسے دیکھنے چلا گیا تھا۔"

تھوڑی دیر کام کرنے کے بعد خرگوش کے کانوں میں پھر اپنے بچّوں کے بُلانے کی آواز آئی اور وہ اسی طرح سب کام چھوڑ کے بھاگا۔ اب کے چشمے پر جا کے اس نے سارا مکھن کھا لیا۔ بس ذرا ایک ڈلی سی باقی رہ گئی تھی۔ اس ڈلی کو اس نے جھاڑیوں میں چھپا دیا اور ڈبّے کو اسی طرح چشمے میں چھپا دیا اور پھر آکر کام کرنے لگا۔

اب کے بھیڑیے نے پوچھا، "تمھارا بچہ کیسا ہے خرگوش بھائی؟"

خرگوش نے آنکھوں میں آنسو لا کے کہا، "کیا بتاؤں میرے بھیّا بھیڑیے، میرا بچّہ مر گیا!"

جب جانوروں نے یہ سُنا تو سب افسوس کرنے لگے۔ اُس وقت اب کھانے کا وقت بھی ہو گیا تھا۔ اور ہر شخص خرگوش کو اپنے کھانے میں سے حصّہ نکال نکال کے دینے لگے۔ ہمدردی کے خیال سے لومڑ نے بھی گیدڑ سے کہا، "آج میں بھی خرگوش بھیّا کو مکھن کھلاؤں گا۔ ذرا لپک کے تو جا گیدڑوا اور چشمے سے مکھن کا ڈبّا نکال کے لے آ۔"

گیدڑ گیا، مگر تھوڑی دیر کے بعد اُلٹے قدم بھاگا بھاگا آیا۔ بولا، "ڈبّا تو خالی ہے، اس میں تو مکھن ذرا سا بھی نہیں ہے۔" لومڑ نے گرج کے کہا، "کیوں جھوٹ بولتے ہو" "خود چل کے دیکھ لو۔"

چناں چہ سب جانور چشمے کے کنارے پہنچے۔ واقعی ڈبّے میں مکھن نہ تھا۔ چشمے کے چاروں طرف پاؤں کے نشان تھے۔ خرگوش نے انھیں سونگھ کر بڑی ہوشیاری

سب جانوروں نے چشمے کے کنارے جاکر مکھن کا خالی ڈبا دیکھا۔

سے کہا، "مکھن تو گیا اور مجھے معلوم ہے کہ کس کے پیٹ میں گیا۔ مگر اس وقت یاد و افسوس کرنے کا وقت نہیں ہے۔ اطمینان سے کھانا کھا کے سو جاؤ۔ پھر اُٹھتے ہی بتاؤں گا کہ یہ کام کس کا ہے؟"

سب لوگ کھانا کھا کے گھڑی دو گھڑی آرام کرنے کی غرض سے سو گئے، مگر خرگوش نہیں سویا۔ وہ جاگتا رہا اور جب اس نے دیکھا کہ گیدڑ خراٹے لے رہا ہے وہ آہستہ سے اٹھا، جھاڑیوں سے وہ مکھن کی ڈلی نکال لایا اور اسے گیدڑ کے منھ پر چپڑ دیا۔ پھر اس نے لومڑ کو جگایا اور گیدڑ کا منھ دکھایا۔ لومڑ اپنے گھر کا مکھن سونگھ کر تو غصّے سے دیوانہ ہو گیا۔ اس نے اسی وقت گیدڑ کو جگایا اور اس پر چوری کا الزام لگایا۔ گیدڑ ہکّا بکّا ہو گیا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر اپنے معصوم ہونے کی قسم کھائی۔ اب یہ شور سُن کر دوسرے جانور بھی جاگ اُٹھے۔

لومڑ نے چلّا کے کہا، "ایک تو چوری کرتے ہو، اوپر سے انکار کرتے ہو۔ بتاؤ کون گیا تھا مکھن لانے؟ کس نے آ کے کہا کہ مکھن ڈبے میں نہیں ہے؟ اس وقت کس کا منھ

میرے مکھن سے چپڑا ہوا ہے، چوری کر کے جھوٹ بولتے ہو۔"

لومڑ نے ایک زور کا گھونسا گیدڑ کے منھ پر مارا۔

"نہ نہ ایسے مت مارو۔" خرگوش نے بڑی عاجزی سے صلاح دی، "ایسا کرو، اگر تم واقعی جاننا چاہتے ہو کہ کون وہ چور ہے جس نے مکھن چرایا ہے تو ایک بہت سی لکڑیاں اکٹھی کر کے بہت بڑی آگ جلاؤ۔ جب آگ خوب بھڑک جائے گی تو ہم سب باری باری سے اس پر سے پھلانگنے کی کوشش کریں گے جو جانور اس میں گر جائے گا وہی چور ہو گا۔"

بہت سے جانوروں نے سر ہلا کے کہا، "ہاں یہ ٹھیک ہے۔"

بہت بڑی آگ جلائی گئی۔ لکڑیاں بہت اونچی تھیں اور خوب پھیلی ہوئی۔ جب آگ اچھی طرح جلنے لگی تو سب سے پہلے خرگوش کی باری آئی۔ خرگوش ایک قدم پیچھے ہٹا، ہنسا اور اُچھل کر ایک پرندے کی طرح آگ کو پار کر گیا۔

اس کے بعد لومڑ کی باری آئی۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹا، اس نے اپنے ہاتھوں پر تھوک کر زور سے ملا، زور لگا کے اوپر اُچھلا اور آگ کے دوسرے کنارے جا گرا، پھر بھی ذرا سی اس کی دُم جل ہی گئی۔

آخر میں ڈرپوک گیدڑ کی باری آئی۔ وہ دس قدم تک پیچھے چلا گیا وہاں سے دوڑتا دوڑتا آگے آیا اور اُچھل کر اوپر گیا مگر آگ بہت بڑی تھی۔ وہ دھڑام سے عین آگ کے بیچ میں جا گرا اور بچاؤ بچاؤ کا شور مچانے لگا، مگر آگ اتنی بڑی اور پھیلی ہوئی تھی کہ اس میں سے اُسے کوئی بچا نہ سکتا تھا۔

تھوڑی دیر میں گیدڑ.... وہی گیدڑ جس نے خرگوش کے بیوی بچّوں کو دھوکا دے کر مروا دیا تھا، خود اسی آگ میں جل کر خاک ہو گیا۔

جو دوسروں کے ساتھ بُرا کرتا ہے اس کا اپنا انجام بھی بُرا ہوتا ہے۔

گیدڑ کا صفایا ہو جانے کے بعد لومڑ اور بھی خرگوش کی طرف سے خبردار ہو گیا تھا اور دن رات اسی کوشش میں مصروف رہنے لگا کہ کس طریقے سے خرگوش کو ختم کر ڈالے، ورنہ خرگوش اپنی چالاکی سے کوئی نہ کوئی شرارت ایسی کرے گا، جس سے لومڑ اور جنگل کے

دوسرے بڑے بڑے جانوروں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اس بات کا اب پورا یقین لومڑ کو ہو چلا تھا۔ اس لیے وہ بڑی پریشانی میں تھا کہ کیسے خرگوش کو پکڑے۔

ایک روز یہی سوچتا سوچتا سڑک پر جا رہا تھا کہ راستے میں اسے بھیڑیا مل گیا۔ بھیڑیے نے جو لومڑ کو اس قدر پریشان دیکھا تو رُک گیا، پوچھنے لگا "بھیا لومڑ! کیا ماجرا ہے؟ اس قدر غمگین دکھائی دیتے ہو؟"

"نہیں، نہیں کوئی بات نہیں۔" لومڑ نے بڑی بے دلی سے جواب دیا۔

"بات تو کچھ ضرور ہے۔ اپنے دوست کو نہیں بتاؤ گے!" بھیڑیے نے ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے کہا "ممکن ہے، میں تمھاری کچھ مدد کر سکوں۔" تب لومڑ نے خرگوش کا قصہ سنایا۔

بھیڑیے نے سب کچھ سُن کے کہا "خرگوش ہے تو بہت چالاک، لیکن ایک ترکیب مجھے بھی سُوجھی ہے۔"

"کیا؟" لومڑ نے پوچھا۔

اگر کسی طرح سے خرگوش کو تمھارے گھر آنے پر مجبور کر دیا جائے ..... تو..... !

لومڑ نے کہا "ایک دفعہ پہلے میں یہ کوشش کر کے ناکام ہو چکا ہوں۔" بھیڑیے نے کہا "ارے وہ سیدھے طریقے سے نہیں آئے گا۔ اس کے لیے کچھ چالاکی سے کام لینا پڑے گا۔ میں تمھیں بتاتا ہوں۔ تم اپنے گھر میں چارپائی پر پڑ جاؤ۔ میں خرگوش کے پاس جا کے کہتا ہوں کہ لومڑ بے چارہ مَر گیا ہے۔ تم جنگل کا رواج تو جانتے ہو، جونہی کوئی جانور مرتا ہے جنگل کے سارے جانور باری باری سے آتے ہیں اور اس کی چھاتی کو اپنے ہاتھوں سے چُھو کر چلے جاتے ہیں۔ بس جونہی خرگوش آ کے تمھارے سینے پر اپنے ہاتھ رکھے وہی موقع ہے اسے پکڑنے کا!"

لومڑ خوشی سے اچھل پڑا "ارے کیا ترکیب بتائی ہے تم نے واہ! وا! جانے مجھے پہلے اس کا خیال کیوں نہ آیا۔"

بھیڑیے نے خوش ہو کے کہا "اسی لیے تو مجھے جنگل کا سب سے عقل مند جانور کہتے ہیں۔"

NOW FOR THE FIRST TIME IN PAKISTAN

BGL INTRODUCES

EMERALD GREEN GLASS BOTTLES

AL-HAMDOLILLAH! BGL has manufactured Emerald Green Glass Bottles for the beverage industry in Pakistan.

BGL Emerald Green Glass Bottles conform fully to international standards and specifications of quality, colour and u.v. absorbency characteristics.

BGL for the first time is exporting Emerald Green Glass Bottles apart from meeting the needs of the local beverage industry.

BGL

Baluchistan Glass Limited

(A Habib Group Project)

HEAD/LIAISON OFFICE: 1101, Uni Towers, I.I. Chundrigar Road, Karachi.
Phones: 228511 (4 lines) 239642 Cable: GLASSCO. Telex : 2893 HABIB PK.
REGISTERED OFFICE: Hilal Manzil, Jinnah Road, Quetta.

Thaver 1-85

باورچی خانے میں موت

علی اسد

روبرٹ ماریسن ایک معزز اور دولت مند آدمی تھا۔ نوجوانی میں اس سے ایک حماقت ہو گئی تھی جس کے بارے میں صرف اس کے پرانے ہم جماعت جارج مینگ کو علم تھا۔ ماریسن نے کچھ خطوط لکھے تھے جو مینگ کے پاس تھے۔ مینگ کئی سال جیل میں گزار چکا تھا۔ جب وہ چھوٹ کر آیا تو اس نے سوچا کہ ماریسن سے خوب رقم وصول کی جائے اور اسے یہ دھمکی دی جائے کہ اگر رقم نہیں دیتا ہے تو اس کا راز فاش کر دیا جائے گا، لیکن ماریسن کوئی کم زور آدمی نہیں تھا۔ اس نے مینگ کو تھوڑی بہت رقم تو دے دی، مگر اس کے بعد اس نے طے کر لیا کہ اس کی دھمکی میں نہیں آئے گا اور نہ مزید رقم دے گا۔

چناں چہ ماریسن نے بڑی احتیاط سے ایک منصوبہ بنایا اور ایک دن شام کو مینگ

کے گھر چلا گیا۔ وہاں اس نے شراب میں کوئی دوا ملادی جس سے مینگ بے ہوش ہو گیا۔ ماریسن نے مینگ کا سَر گیس کے چولھے کے اندر ڈال دیا اور باقی جسم باہر رہنے دیا۔ پھر اس نے سوچا کہ گیس کو کھول دے گا تاکہ ایسا معلوم ہو کہ مینگ نے خود کُشی کر لی ہے۔ اب ماریسن کھڑا ہو گیا اور اس نے ایک گہری سانس لی۔ اس نے باورچی خانے میں چاروں طرف دیکھا اور فرش پر پڑے ہوئے جسم کو بھی دیکھا۔ جسم جس طرح پڑا تھا وہ کچھ غیر فطری معلوم ہوا، لیکن ماریسن نے سوچا کہ اس عجیب کیفیت کے لیے ٹھیک ہے۔ عجیب کیفیت اس لیے تھی کہ سَر گیس کے چولھے کے اندر تھا۔ اس نے سَر کے نیچے ایک تکیہ رکھ دیا اور سوچنے لگا کہ یہ درست معلوم ہوتا ہے یا نہیں۔ ماریسن سوچنے لگا کہ اگر وہ خود کُشی کرتا تو آرام سے مَرتا۔ اس نے اپنے جوتے اُتار ڈالے تھے اور ننگے پاؤں آہستہ آہستہ کمرے میں چل رہا تھا۔ پَردے احتیاط سے پڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا بتّیوں کو بلا خوف جلتا ہوا چھوڑا جاسکتا تھا۔ اس نے تیزی سے اپنا کام شروع کر دیا۔ کسی بات سے یہ نہ ظاہر ہونا چاہیے کہ مینگ سے اس کا کوئی تعلق تھا۔ اس کی نظر اس پارسل پر پڑی جس کے لیے مینگ نے بے ہوش ہونے سے پہلے بتایا تھا کہ تمھارے نام کا یہ پارسل غلطی سے دُکان کا لڑکا میرے گھر دے گیا ہے۔ اس نے ذرا دیر سوچا پھر پارسل کو ایک طرف رکھ دیا۔ اس کو بعد میں دیکھا جائے گا۔

اب وہ سوچنے لگا کہ وہ خطرناک خطوط کہاں ہیں؟ مینگ ایک بے پروا آدمی تھا، لہٰذا وہ چیزوں کو چالاکی سے نہیں چھپائے گا۔ اتنے میں اسے میز کی دراز میں وہ خطوط مل گئے۔ ماریسن جن چھے خطوط کی تلاش میں تھا وہ سب اس کو مل گئے۔ اب کوئی اور ان کو نہ دیکھ سکے۔ جوانی میں اس سے حماقت ہو گئی تھی، لیکن جب مینگ اچانک نمودار ہو گیا اور رُپیہ مانگنے لگا تو ماریسن کو یہ خطوط یاد آ گئے۔

مینگ بڑا بے وقوف تھا۔ اس نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کی کہ ماریسن اتنے برسوں میں بہت تبدیل ہو چکا ہے۔ خیر کوئی بات نہیں۔ کافی وقت ہے۔ مینگ کے دوست بہت کم تھے۔ ایک بوڑھی ملازمہ تھی جو دُور کے گاؤں سے آتی تھی۔ وہ کل سے پہلے نہیں آئے گی، لیکن اسے سب کام بڑی احتیاط سے کرنا ہو گا۔ کوئی بات بھولنی نہیں

چاہیے۔ اسے پولیس کو جھوٹی کہانی سُنانے کی ضرورت درپیش نہ ہو گی، لیکن اگر ہر کام ٹھیک سے کر لیا گیا تو پھر کسی کہانی کی ضرورت نہ ہو گی۔ بیننگ کو مار ڈالنے کا جب کوئی سبب نہ ہو گا تو پھر بھلا کون اس پر شک کرے گا۔ لوگ صرف اتنا جانتے تھے کہ یہ دونوں اسکول میں ساتھ تھے، لیکن اب ان دونوں کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ کوئی اس پر شک نہیں کرے گا۔

مار بیسن نے دونوں کمروں کو غور سے دیکھا اور اپنا اطمینان کر لیا۔ پھر بڑے کمرے میں آکر اس نے چاروں طرف دیکھا۔ ہاں دُکان سے آیا ہوا وہ پارسل البتہ رکھا تھا جس پر ماربیسن کا پتا لکھا ہوا تھا اور وہ دونوں گلاس تھے۔ صرف ایک ہی گلاس رہنا چاہیے۔ وہ باورچی خانے میں دونوں گلاسوں کو دھونے لگا۔ ایک گلاس کو الماری میں رکھ دیا اور دوسرے کو میز پر رکھ دیا۔ اس میں تھوڑی سی شراب تھی۔ ماربیسن نے احتیاط سے بیننگ کی انگلیوں کو گلاس پر رکھ کر نشانات بنا دیے۔ ہر چیز اب تیار تھی۔ گلاس میز پر تھا اور اس کے قریب

خالی بوتل رکھی تھی ۔ مننگ یقیناً بہت پی گیا تھا۔ اسی وجہ سے وہ ماریسن کو دوا ڈالتے نہ دیکھ سکا۔ چند منٹ قبل اس نے میننگ کی نبض دیکھی تھی ۔ وہ معمول کے مطابق چل رہی تھی۔ ایک آخری کام باقی تھا۔ کاغذ کا وہ آدھا ٹکڑا میز پر رکھنا تھا۔ یہ خط کی طرح تہ کیا ہوا تھا تاکہ اس پر نظر ضرور پڑے۔ وہ خود کچھ لکھنا نہیں چاہتا تھا، کیوں کہ وہ میننگ کی لکھائی کی نقل نہیں کر سکتا تھا۔ ماریسن سوچنے لگا کہ یہ بھی حُسنِ اتفاق ہے کہ یہ الفاظ اس آدھے ٹکڑے کاغذ پر آگئے ۔ کئی مہینے قبل جب اسے یہ خط ملا تھا تو وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ بڑا فائدہ مند رہے گا۔ کاغذ پر یہ الفاظ لکھے تھے :

"میں اب بالکل تھک گیا ہوں ۔ آسان راستے کا انتخاب کرنے پر کون مجھے الزام دے گا۔ لہٰذا میں اسی کو مسکراتے ہوئے اختیار کروں گا۔" جارج میننگ ۔

لیکن میننگ کا اس سے مطلب تھا مسکراتے ہوئے رُپیہ وصول کرنا۔ اس سے اس کی مُراد گیس نہ تھی جو اس کی موت کا سبب ہو۔ کھڑکیاں بند تھیں۔ ماریسن نے گیس کھول دی۔ پاؤں کے نشانات تو نہیں ہیں؟ نہیں، اسی لیے اس نے جوتے اُتار ڈالے تھے۔ اب اس نے جوتے پہن لیے اور پچھلے دروازے سے باہر چلا گیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں صرف وہ پارسل تھا جو دُکان سے آیا تھا اور دوسرے میں چھڑی تھی۔

گھر جاتے وقت اس سے کوئی نہیں ملا۔ اس نے ان خطوط کو جلا ڈالا اور پارسل پر جو کاغذ چڑھا تھا اسے بھی جلا ڈالا اور راکھ کو باورچی خانے میں بہا دیا۔ پارسل کے ساتھ بھی اس نے یہی کیا اور پھر اطمینان سے ٹھنڈی سانس لی۔ وہ جانتا تھا کہ پولیس اس سے ضرور دریافت کرے گی۔ گاؤں کا وہ ایک اہم شخص تھا اور کئی بار اس نے میننگ سے بات کی تھی۔ وہ یوں بھی گاؤں کے ہر آدمی سے بات کیا کرتا تھا اور اسی وجہ سے لوگ اس کو پسند کرتے تھے۔ وہ پولیس کو بتائے گا کہ میننگ بیمار معلوم ہوتا تھا اور پچھلی بار جب ملاقات ہوئی تھی تو وہ پریشان دکھائی دیتا تھا۔

دوسرے دن ایک پولیس افسر ماریسن کے پاس آیا۔ ماریسن تیار تھا۔ چہرے پر مسکراہٹ بھی سجا رکھی تھی۔

پولیس افسر نے پوچھا، "جناب والا، آپ اس کو پہچانتے ہیں؟" یا خدا! یہ کیا چیز دکھا رہا

ہے؟ یہ تو نیلا بٹوا ہے اور اس پر سنہرے حروف میں آر۔ ایم لکھا ہے۔ یعنی روپرٹ مار یسن۔ ماریسن نے اپنی جیب کو ٹٹولا۔ وہ خالی تھی۔ کیا خطوط کو جیب میں رکھتے وقت یہ بٹوا گر گیا؟ کیا یہ فرش پر پڑا رہا؟ اس نے ہاتھ بڑھانے کی کوشش کی مگر کچھ بول نہ سکا۔ اس نے بٹوا اُٹھا لیا اور اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ پولیس افسر نے اسے بٹوے کو اُٹھا لینے دیا۔ وہ یہ تو خیر کہہ ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ بٹوا اس کا نہیں ہے۔ وہ احمقانہ انداز میں بٹوے کو صرف دیکھتا رہ گیا۔ اب جو پولیس افسر بولا تو ماریسن اس کے الفاظ کو سمجھ ہی نہ سکا۔

پولیس افسر بولا" جناب عالی، دُکان کے لڑکے نے کل شام ایک پارسل غلط جگہ دے دیا۔ پارسل یہاں آنا تھا۔ وہ اسے واپس لینے آج صبح گیا، مگر کسی نے دروازہ نہ کھولا۔ وہ پچھلے دروازے کی طرف گیا۔ وہ کُھلا ہوا تھا، لہٰذا وہ اندر چلا گیا۔ اسے یہ ہرگز نہ کرنا چاہیے تھا، لیکن ......"

پولیس افسر کیا کہہ رہا ہے؟ کس بات کی جانب اشارہ کر رہا ہے؟ ماریسن چیخ کر یہ کہنا چاہتا تھا" ہاں، ہاں، کہے جاؤ۔ میرا دل اس کو برداشت نہیں کر سکے گا۔"

پولیس افسر نے اپنی بات جاری رکھی،" باورچی خانے میں روشنی ہو رہی تھی اور مینگ فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس کا سَر چُولھے کے اندر تھا۔ لڑکا یہ دیکھ کر سہم گیا۔ وہ اپنی بائیسکل پر مجھے لے جانے کے لیے آگیا۔ میں تیزی سے وہاں پہنچا۔ میں نے یہ بٹوا وہاں پایا اور سوچا کہ آپ کو بتا دوں۔ بات یہ ہے کہ مینگ سزا یافتہ آدمی ہے۔ ہم لوگ ایسے آدمیوں کو مشکوک سمجھتے ہیں۔"

اتنا کہہ کر پولیس افسر ذرا دیر کے لیے رُکا۔ ماریسن سوچنے لگا کہ کیا اب اس کو کچھ کہنا چاہیے، لیکن وہ ایک لفظ بھی ادا نہ کر سکا۔ وہ صرف پولیس افسر کو دیکھتا رہا اور اس کے ہونٹ تھرتھراتے رہے۔

پولیس افسر بولا" جنابِ عالی، آپ نے یہ بٹوا اس کو دیا تو ہوگا نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اتفاق سے گر گیا۔"

ماریسن اب بالکل برداشت نہ کر سکا۔ اس کی سمجھ ہی میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ پولیس افسر بولا،" مینگ صرف جیل ہی نہیں گیا بلکہ اس کی حرکتیں بھی کچھ عجیب و

غریب ہیں۔ میں نے سوچا کہ شاید آپ کچھ مدد کر سکیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے خودکشی کی کوشش کی تھی۔ جناب کا کیا خیال ہے؟"

"ہاں، ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔" ماریسن نے بڑی دشواری سے کہا۔ پولیس افسر نے پھر بولنا شروع کر دیا، "آج صبح میز پر ایک بوتل رکھی ہوئی تھی۔ وہ قریب قریب خالی تھی۔ وہ کل ہی دُکان سے آئی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اسی کی وجہ سے یہ ہوا......"

ماریسن نے جب یہ الفاظ سُنے تو وہ خوف زدہ ہو گیا۔ پولیس افسر آخر کہنا کیا چاہتا ہے؟ اسے یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ وہاں کیا ہوا۔

پولیس افسر بولا، "بہر حال میں نہیں جانتا کہ یہ شراب کی وجہ سے ہوا یا پاگل پن کی وجہ سے، لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا۔ چولہے کے اندر اپنا سَر ڈالتے وقت اسے یہ بات یاد نہیں آئی کہ گیس کا بِل ادا نہ کرنے کی وجہ سے گیس کمپنی نے اس کی گیس تو پچھلے ہفتے بند کر دی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ کل رات جو کچھ ہوا وہ اس کو یاد نہیں رہا۔ شاید اس کا سبب شراب ہو۔ آج صبح بھی وہ مجھے نشے کی حالت میں دکھائی دے رہا تھا، لیکن جناب، کیا بات ہے؟" روبرٹ ماریسن فرش پر ڈھیر ہو چکا تھا۔

آپ اور آپ کا دوست

اچھے بچے کوئی اچھی چیز پا لیتے ہیں تو اپنے ساتھیوں اور دوستوں کو بھی بتاتے ہیں۔ ہمدرد نونہال اچھے بچّوں کا رسالہ ہے۔ آپ اچھے بچّے ہیں۔ آپ اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے بھی ہمدرد نونہال کا تعارف کرائیے۔ آپ اُن کو بتائیے کہ وہ خوب صورت رسالہ ہمدرد نونہال خریدا کریں اور پڑھا کریں۔ اس طرح اچھی اچھی باتیں پھیلیں گی۔ اگر آپ کے کہنے سے کوئی ایک دوست بھی ہمدرد نونہال خریدلے تو ہمیں اس کا اور اپنا نام اور پتا لکھ دیجیے تاکہ ہم اس خوشی میں آپ کو اور آپ کے دوست کو "خبر نامہ ہمدرد" بلاقیمت بھیج سکیں جو ایک باتصویر معلوماتی رسالہ ہے۔

خط میں صرف یہ لکھیے کہ میرے جس دوست نے ہمدرد نونہال بازار سے خریدا اس کا اور اپنا پتا لکھ رہا ہوں۔ ہم دونوں کو "خبر نامہ ہمدرد" بھیج دیجیے۔ اس خط میں کوئی اور بات نہ لکھیے۔ آپ کارڈ بھی لکھ سکتے ہیں، لیکن پتے صاف لکھیے۔ شکریہ

پیارے بچو! جاگو جگاؤ۔ علم حاصل کرو اور علم کی شمع ہاتھ میں لے کر دوسروں تک علم کی روشنی پہنچاؤ۔ علم حاصل کرنا اور دوسروں تک علم کی روشنی پہنچانا بڑا مقدس فریضہ ہے۔
حکیم محمد سعید

ہمدرد اِنسائیکلوپیڈیا

س : مقناطیس کس طرح بنایا جاتا ہے ؟ انجم ناز بھٹی، فیصل آباد

ج : اس کے دو مشہور طریقے ہیں۔ ایک رگڑ کا اور دوسرا برقی۔ اگر لوہے کی پتری یا سلاخ پر ایک مقناطیس کا ایک قطب ایک ہی سمت میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک بار بار رگڑا جائے تو لوہے کا یہ ٹکڑا مقناطیس بن جائے گا۔ برقی طریقہ یہ ہے کہ لوہے کی سلاخ کے چاروں طرف تانبے کے حاجز تار یعنی وہ جس کے چاروں طرف دھاگا لپٹا ہوا ہو اور اس کا ایک حلقہ دوسرے حلقے سے دھاگے کی وجہ سے مَس نہ ہو رہا ہو اور تانبے کے اس تار میں سے یکایک برقی رو گزار دی جائے تو لوہے کی وہ سلاخ مقناطیس بن جائے گی، کیوں کہ بجلی اور مقناطیسیت میں قدرتی طور پر ایک تعلق پایا جاتا ہے۔

س : کوئی چیز مارنے سے جب چھپکلی کی دُم کٹ جاتی ہے تو دُم بھی حرکت کرتی رہتی ہے۔ ایسا کیوں؟ خواجہ احمد یوسف، جیکب آباد

ج : کٹی ہوئی دُم اس لیے پُھدکتی رہتی ہے کہ اُس میں تھوڑی دیر جان باقی رہتی ہے۔ اسی قوت سے وہ حرکت میں رہتی ہے۔ جب ٹھنڈی اور بے جان ہو جاتی ہے تو ساکت ہو جاتی ہے۔

س : کیا ٹیلے وژن کی شعاعوں کا اثر صرف آنکھوں پر ہی ہوتا ہے؟

پروین ظفر، حیدر آباد

ج: اثر ہوتا تو ہے پورے جسم پر یعنی اُس سے نظر نہ آنے والی شعاعیں یا ہلکی تاب کاری ہوتی ہے، جس سے بچنا چاہیے اور ٹیلے وژن سیٹ سے دُور بیٹھنا چاہیے، لیکن چوں کہ اُس کا پردہ چمک دار ہوتا ہے اس لیے مستقل طور پر اُس پر نظر جمائے رکھنے سے بینائی کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ بعض لوگ ٹیلے وژن دیکھتے وقت کمرے میں اندھیرا کر دیتے ہیں۔ نگاہ کے لیے یہ اور بھی بُرا ہے، کیوں کہ اس طرح ٹیلے وژن کے پردے کی چمک اور بڑھ جاتی ہے۔ ایسا کبھی نہیں کرنا چاہیے۔ بہتر یہ ہے کہ ٹیلے وژن کو دُور سے دیکھا جائے اور اُس کے پردوں پر گھنٹوں نظر نہ جمائے رکھیے۔ ایک پروگرام دیکھ کر اپنی آنکھوں کو تھوڑی دیر آرام دیجیے۔ ہر آدھے گھنٹے کے بعد کم سے کم دو ایک منٹ کے لیے نگاہیں کسی اور طرف کر لیجیے۔

س: ہپناٹزم کیا ہوتا ہے؟ محمد ایاز کلسی، شاہ پور چاکر

ج: اپنی آنکھوں یا کسی بھی دوسرے ذریعہ سے دوسرے انسان کی توجہ کو مکمل طور پر اپنی طرف کر لینے کو عمل تنویم یا ہپناٹزم کہتے ہیں۔ بعض لوگ مستقل مشق سے اسی فن میں کمال حاصل کر لیتے ہیں اور اب تو یہ ذریعہ اپریشن کرنے تک کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ دوسرا انسان اتنا مسحور ہو جاتا ہے کہ اُسے نشتر کی چبھن تک محسوس نہیں ہوتی۔ بعض ملکوں میں مریض کو بے ہوش کیے بغیر ہپناٹزم یا عملِ نوم کے ذریعہ سے ہی اپریشن کیے جا رہے ہیں۔

س: گھڑی کس کی ایجاد ہے اور یہ کس طرح کام کرتی ہے؟ میرا مطلب ہے اس سے وقت کا کیسے پتا چلتا ہے؟ پرنس محمد عارف تنولی، جیکب آباد

ج: اب تو سیل سے چلنے والی گھڑیاں بھی آنے لگی ہیں، لیکن پہلے اِسپرنگ یا کمانی والی گھڑی ہی ہوتی تھی، جس میں چابی بھرنے سے ایک اِسپرنگ کَس جاتا ہے۔ پھر وہ آہستہ آہستہ کُھلتا ہے اور اُس کے کھلنے سے ایک دو سوئیاں گردش کرتی ہیں۔ ایک سوئی گھنٹے ظاہر کرتی ہے اور دوسری منٹ اور تیسری سیکنڈ۔ ان سوئیوں کی رفتار شروع میں مقرر کر دی جاتی ہے اور یوں ہم کسی وقت بھی گھڑی دیکھ سکتے ہیں۔ سیل سے چلنے والی گھڑی

میں اسپرنگ کا کام سیل کرتا ہے۔ وہ سوئیوں کو چلاتا ہے۔

س: برق پاشی کا عمل صرف اور صرف مائع جسموں پر کیوں ہوتا ہے؟ کیا یہ ٹھوس اشیا میں وقوع پذیر نہیں ہو سکتا؟ لبنیٰ اعجاز، کراچی

ج: آپ کا سوال واضح نہیں ہے۔ برق پاشی کا عمل مناسب مائع کے ذریعہ سے ٹھوس جسموں پر ہوتا ہے خواہ کوئی پلیٹ ہو یا چمچہ۔ اسی عمل سے اُس پر دوسری دھات کی تہ چڑھائی جاتی ہے۔

س: ریموٹ کنٹرول سے جہاز کس طرح اُڑتا ہے، جب کہ اُس کا اور جہاز کا کوئی ظاہری تعلق نہیں ہوتا؟ افراز القریش، کراچی

ج: آپ کی مُراد کس قسم کے جہاز سے ہے؟ اصلی جہاز یا اس کا کھلونا؟ ریموٹ کنٹرول میں اتنی کامیابی تو ہو چکی ہے کہ اُس سے کسی بھی مرکزی پُرزے کو قابو میں رکھا جا سکے، جیسے آپ ایک پُرزے کے ذریعہ سے اپنے ٹی وی کو کنٹرول میں رکھتے ہیں۔ اسی طرح آپ جہاز کے اُس مرکزی پُرزے کو بھی قابو میں رکھ سکتے ہیں، جس پر جہاز کی حرکت کا دارومدار ہو۔

س: ایک صحت مند انسان میں کتنا خون ہوتا ہے؟ پروین ظفر، حیدرآباد

ج: ساڑھے چار لیٹر۔

س: ہائیڈروجن کیا ہے؟ سید اظہر علی، کراچی

ج: ہائیڈروجن ایک گیس ہے، جو ہوا میں نہایت خفیف مقدار میں پائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہائیڈروجن کے سالموں (مالیکیول) کی کمیت سب سے کم ہوتی ہے، اس لیے زمین کی کشش بھی اُس پر بہت کم پڑتی ہے۔ اس کم زوری کی وجہ سے زمین ہائیڈروجن کو اپنے قابو میں نہ رکھ سکی اور یہ گیس زیادہ تر خلا میں گم ہو گئی۔

س: کلوروفارم کیا ہے اور اس سے انسان بے ہوش کیوں ہو جاتا ہے؟
سیف الرحمان کلسی، شاہ پور چاکر
ج: یہ ایک گیس ہے، جو دماغ پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یاد رکھیے، ہوش و حواس کا تعلق ہمارے دماغ سے ہے، جس میں مختلف مرکز ہیں۔ ہر مرکز جسم کے ایک حصّے کو قابو میں رکھتا ہے۔ اگر دماغ کے یہ مرکز بے جان ہو جائیں یا عارضی طور پہ کام کرنا بند کر دیں تو ہم بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ کلوروفارم بھی یہی کرتا ہے کہ دماغ کو عارضی طور پر سُن کر دیتا ہے۔

س: ایٹم میں مرکزہ اور الیکٹران ہوتے ہیں۔ الیکٹران تو مرکزے کے گرد گردش کرتے ہیں، جب کہ مرکزے میں پروٹون اور نیوٹرون ہوتے ہیں۔ الیکٹران کو تو مرکزہ جکڑے رکھتا ہے تو وہ کون سی چیز یا قوّت ہے جو مرکزے میں پروٹون اور نیوٹرون کو جکڑتی ہے؟
عبد الرزاق آرائیں، ملتان
ج: پروٹون پر مثبت چارج ہوتا ہے اور الیکٹران پر منفی۔ چوں کہ مخالف چارج ایک دوسرے کو کشش کرتے ہیں، اس لیے پروٹون کی موجودگی الیکٹران کو مرکزے کے چاروں طرف گردش دیتی رہتی ہے۔ نہ تو الیکٹران مرکزے پر آکر گرتے ہیں اور نہ دُور جاتے ہیں۔ بالکل اُسی طرح جیسے ہماری زمین سورج کے چاروں طرف گھومتی رہتی ہے۔ نہ تو سورج میں گرتی ہے اور نہ سورج سے دُور جاتی ہے۔ مرکزے پر پروٹون کا وجود الیکٹران کے لیے اور پروٹون کے لیے الیکٹران کا وجود ضروری ہے۔ نیوٹرون پر کسی قسم کا چارج نہیں ہوتا اس لیے وہ بے اثر ہوتا ہے اور مرکزے پر رہتا ہے۔

س: ٹوتھ پیسٹ کس طرح بنتا ہے؟ تسلیم احمد، کراچی
ج: ٹوتھ پیسٹ کھریا مٹی سے بنائی جاتی ہے۔ اُس کی لئی جیسی بنا کر اُس میں چند دوائیں اور خوش بُو وغیرہ شامل کر دی جاتی ہیں۔ پھر اس پتلی چیز کو ایک ٹیوب میں بھر دیا جاتا ہے۔

"بھیا وارڈ بوائے یہ چادر بہت میلی ہو چکی ہے، مہربانی کر کے اسے بدل دو۔"
"جناب، چادر صرف میلی ہے، پھٹی تو نہیں۔ جب سے بچھائی گئی ہے تقریباً سو مریض آ چکے ہیں، مگر آپ سے پہلے کسی نے بھی شکایت نہیں کی۔"

"بیٹا، تمھاری یہ ضد میری سمجھ میں نہیں آتی کہ میں اسکول میں تمھارا نام بدلوا کر دو یا تین حرفی نام رکھ دوں۔"
"فرق یہ پڑے گا ابو کہ جب ماسٹر صاحب سزا کے طور پر سو مرتبہ نام لکھوائیں گے تو میں دو گھنٹے کے بجائے نصف گھنٹے میں فارغ ہو جاؤں گا۔"

پھول کی فریاد

غنی دہلوی

صبحِ نو تھی جلوہ گر بلبل تھی مستِ آرزو
قابلِ نظارہ تھی بزمِ بہارِ رنگ و بو

جوش پر تھیں میرے حُسن و رنگ کی رعنائیاں
لے رہا تھا زیرِ شاخِ رنگ و بو انگڑائیاں

یک بہ یک صحنِ چمن میں آئے گل چیں کے قدم
درپئے آزار ہو کر ہی رہی چشمِ ستم

رفتہ رفتہ میری جانب ہاتھ ظالم کا بڑھا
آخرش وہ توڑنے پر میرے آمادہ ہوا

میں نے گل چیں سے کہا مجھ کو نہ توڑو شاخ سے
شاخ نے مجھ سے کہا مجھ کو نہ جاؤ چھوڑ کے

پھر بھی گل چیں کو نہ آیا رحم میرے حال پر
آخرش ظالم نے مجھ کو کرکے چھوڑا دربدر

چند سِکّوں کے لیے اُس نے مجھے بے گھر کیا
چند سِکّوں میں مجھے بازار میں بیچا گیا

لوگ آتے تھے چمن میں میری چاہت کے لیے
میرے جلووں کے لیے میری زیارت کے لیے

پیار کرتی تھی کبھی خوش ہو کے لیلائے بہار
عندلیبِ خوشنوا آتی تھی ہونے کو نثار

اب نہ میں ہوں اور نہ رعنائی خدا کا نام ہے
زینتِ اسبابِ دنیا کا یہی انجام ہے

سات شیخی باز

(م - ندیم (علیگ)

ایک گاؤں میں سات بھائی رہتے تھے۔ ساتوں جوان اور تگڑے تھے، لیکن تھے غریب۔ محنت مزدوری کر کے پیٹ بھرتے تھے۔ کسی نے انھیں مشورہ دیا کہ اگر وہ لوگ شہر چلے جائیں تو وہاں اُن کو مزدوری زیادہ ملے گی اور وہاں سے وہ رُپیہ پیسہ کما کر لا سکیں گے۔ ساتوں بھائیوں نے آپس میں مشورہ کیا اور دوسرے دن ہی وہ شہر کی جانب چل پڑے۔ کئی روز تک وہ پیدل چل کر شہر جا پہنچے۔ واقعی شہر میں اُن کو گاؤں کے مقابلے میں مزدوری کہیں زیادہ ملی۔ ساتوں بھائی خوب محنت کرتے رہے اور روکھی سوکھی کھا کر زیادہ سے زیادہ پیسے بچاتے رہے۔ جب

اُن کے پاس معقول رقم اکھٹی ہوگئی تو اپنے گاؤں کو واپسی کی تیاری شروع کر دی۔
شہر سے گاؤں تک کا راستہ کئی دِنوں کا تھا۔ راستے میں جنگل بھی پڑتا تھا، جہاں چوروں اور لٹیروں کا خوف تھا۔ ساتوں بھائیوں نے اکھٹی کی ہوئی رقم کا سونا خرید لیا۔ کھانے پینے کا سامان بھی راستے کے لیے خرید لیا۔ ساتوں کے پاس حفاظت کے لیے تلواریں بھی تھیں اور وہ ساتوں جوان اور ہٹے کٹے بھی تھے، لیکن وہ تھے نِرے شیخی باز اور ڈرپوک۔
"اگر راستے میں ہمیں ڈاکو مل گئے تو ہم ساتوں مل کر ان پہ حملہ کر کے اُن کی تِکّا بوٹی کر ڈالیں گے۔" بڑا بھائی بولا۔
"ارے بھیّا، دس کے لیے تو میں ایک اکیلا ہی کافی ہوں۔" دوسرے نے کہا۔
"ڈاکو تو ہم ساتوں کی صورت دیکھ کر ہی بھاگ جائیں گے۔" تیسرے نے شیخی ماری۔
اسی طرح وہ راستے بھر شیخیاں مارتے ہوئے چلتے رہے اور کمائی ہوئی رقم سے اپنے گاؤں میں زمین، بیل، بھینسیں وغیرہ خریدنے اور آرام سے زندگی بِتانے کی باتیں کرتے ہوتے سفر طے کرتے رہے۔
اُن کو یہ نہیں معلوم تھا کہ تین ٹھگ اُن کے پیچھے لگ گئے ہیں اور ان کی ساری گُفت گُو سُن رہے ہیں۔ وہ ٹھگ بہت چالاک تھے۔ انھوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ ساتوں بہت بُزدل ہیں، اس لیے ان سے مال چھیننا مشکل کام نہیں ہے۔ جب وہ ساتوں بھائی ایک گھنے جنگل میں پہنچے تو وہ تینوں ٹھگ سامنے آگئے اور للکار کر بولے:
"تم لوگ کون ہو؟ ہماری بغیر اجازت کے اِدھر کیسے آئے؟ جانتے نہیں ہو کہ ہم یہاں کے مالک ہیں۔"
یہ سنتے ہی ساتوں بھائیوں کے ہوش اُڑ گئے۔ وہ ڈر کے مارے کانپنے لگے اور گِھگھیا کر بولے:
"ہمیں معاف کر دو، ہم پر دیسی ہیں۔ پانچ سال تک پر دیس میں کمائی کرتے رہے، اب سونا اِکھٹّا کر کے اپنے گاؤں جا رہے ہیں۔"
"ٹھیک ہے۔ ہم تم کو معاف کر دیں گے، لیکن تم دونوں چیزیں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے۔ ایک چیز تم کو چھوڑنا ہوگی۔۔۔ یا سونا یا جان۔ یہ ہمارے ہاں کا دستور ہے۔"

یہ سُن کر ساتوں نے سونا ان کو دے دیا اور اپنی جان بچالی۔ یہی نہیں اُن ٹھگوں نے اُن سے تلواریں اور ڈھالیں بھی رکھوالیں۔ وہ ساتوں بھائی اپنی اپنی جان بچ جانے پر مطمئن تھے۔ جب وہ ساتوں خالی ہاتھ اپنے گاؤں پہنچے تو گاؤں والوں نے اُن سے دریافت کیا کہ پانچ سال تک انھوں نے کتنی کمائی کی اور وہ کہاں ہے۔ بڑے بھائی نے سارا ماجرا بیان کیا کہ کس طرح تین آدمیوں نے اُن کا سارا سونا، تلواریں اور ڈھالیں اُن سے چھین لیں۔

"تو تم لوگوں نے ان کا مقابلہ کیوں نہیں کیا؟" ایک آدمی نے اُن سے پوچھا۔ بڑے بھائی نے جواب دیا:

"واہ، آپ نے بھی خوب کہی۔ بھلا ہم اُن کا مقابلہ کیسے کرتے؟ ہم ایک ماں کے جائے بے چارے صرف سات بھائی تھے اور وہ خون خوار، اونچے، لمبے تگڑے پہاڑ جیسے پورے تین نہتے ڈاکوؤں کی فوج تھی۔ وہ ہماری جان کے دشمن، خون کے پیاسے۔ ہمیں اُن تینوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ جنگل بیابان، آدم نہ آدم زاد، اگر ہم اُن سے لڑتے اور کہیں زخمی ہوتے تو کوئی پانی دینے والا وہاں نہیں، کوئی مرہم پٹی کرنے والا بھی نہیں۔ بھاگتے تو کہاں جاتے؟ راستہ انجان۔ کیا کرتے، مجبوراً ان کو دو سیر سونا دے کر جان بچائی اور ڈھال تلواریں بھی دے دیں۔"

"تو تم لوگوں نے کچھ بھی نہیں کیا؟" دوسرے آدمی نے حیرت سے کہا۔ تیسرے بھائی نے کہا:

"نہیں جی، ہم نے اپنے مقدور بھر بہت کچھ کیا۔ ہم راستے بھر اُن کو جی بھر کر کوستے رہے اور بددعائیں دیتے رہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہماری بددعائیں اُن کو لگ جائیں گی۔"

بعض نونہال اپنے خط میں، مضمون یا کہانی وغیرہ پر اپنا پتا نہیں لکھتے۔ یاد رکھیے، جب بھی آپ کسی کو خط لکھیں اپنا پتا ضرور لکھیں۔ یہ نہ سوچیے کہ آپ کا پتا جس کو خط لکھ رہے ہیں اُس کے پاس محفوظ ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کا پتا کھو گیا ہو، یا جواب دیتے وقت اس کو نہیں ملے۔ اگر آپ اپنے کسی عزیز کو بھی خط لکھ رہے ہوں تب بھی اپنا نام اور پتا ہر خط میں ضرور لکھ دیا کیجیے۔ یہ عادت بنا لیجیے کہ جب بھی خط لکھنے بیٹھیں تاریخ اور پتا پہلے لکھ دیں۔

ہمدرد نونہال کے لیے بھی آپ جو چیز بھیجیں اس پر اپنا نام اور پورا پتا ضرور لکھ دیا کیجیے۔

بچوں کیلئے سسپنس سے بھرپور ناول
ایم الیاس کی چونکا دینے والی تیز طرار تحریر

شیطانی سفر

- ریل کے سفر کی ہولناک اور رونگٹے کھڑے کر دینے والی داستان
- انتہائی خطرناک شیطان نما ڈاکوؤں کی ریل میں آمد سے مسافروں پر کون سی قیامت ٹوٹ پڑی؟
- بہادر اور پُراسرار لڑکے سالار نے کس طرح ان ڈاکوؤں کو پریشان کیا؟
- ڈاکو آخر کس لئے سالار سے خوف زدہ ہو گئے تھے؟
- سالار میں وہ کون سی ایسی خداداد صلاحیت تھی جو دنیا کے کسی اور شخص میں موجود نہ تھی؟
- آخر یہ بہادر اور پُراسرار لڑکا سالار کون تھا؟
- اس کا عظیم کارنامہ کیا تھا؟

ان تمام سوالوں کا جواب آپ کو اس ناول میں ملے گا۔

ایک مشہور شعر کے شاعر کا نام لکھ کر ایک ہزار روپے کا انعام حاصل کیجئے

جلدی کیجئے کہیں انعام کی تاریخ نہ نکل جائے

آج ابھی اور اسی وقت کسی بھی بک اسٹال سے خرید فرمائیں

ایجنسی اور مزید تفصیلات کے لئے

نادیہ پبلی کیشنز

80 نیشنل چیمبرز۔ تیسری منزل آرام باغ روڈ۔ کراچی ۱
فون: 215317

بچوں کیلئے
ایم الیاس کا ایک اچھوتا اور سنسنی خیز ناول

پُراسرار ایٹمی آبدوز

- دنیا کی پہلی، سب سے قیمتی اور جدید ترین ایٹمی آبدوز جو انتہائی خطرناک ایٹمی ساز و سامان سے لیس تھی جس کی تیاری پر ایک ارب ڈالر کی لاگت آئی تھی۔
- جو بیک وقت کئی آبدوزوں سے مقابلہ کر کے انہیں نیست و نابود کر سکتی تھی۔ اس کا نامعلوم منزل کی طرف سفر
- ایک سائنسدان اور بچوں کو لئے یہ آبدوز کہاں جا رہی تھی؟
- یہ ایٹمی آبدوز آپ ہی آپ چلی جا رہی تھی۔ اور اسے کسی اور ملک سے کنٹرول کیا جا رہا تھا۔
- اس سفر میں کیا راز پوشیدہ تھا؟
- بلال اور عدنان نے مل کر کیا کارنامے انجام دیئے۔
- جذبوں اور حوصلوں کی داستان

ایسی دلچسپ، چونکا دینے والی تحیر آمیز داستان جسے آپ ایک ہی نشست میں پڑھ کر ختم کرنے پر مجبور ہوں گے۔

صرف ایک انتہائی آسان سوال کا جواب لکھ کر ایک ہزار روپے کا انعام حاصل کیجئے

انعام آپ کا انتظار کر رہا ہے
کسی بھی قریبی بک اسٹال سے خرید فرمائیں۔

ایجنسی اور مزید تفصیلات کے لئے

نادیہ پبلی کیشنز

80 نیشنل چیمبرز۔ تیسری منزل۔ آرام باغ روڈ کراچی ۱
فون: 215317

نونہال مصوّر

عاطف چغتائی، کراچی

عائشہ انصاری، لطیف آباد

صغرا نثار انصاری، کراچی

شہلا رشید، کراچی

اکبر محمد علی، فیصل آباد

جمیل احمد خاں، کراچی

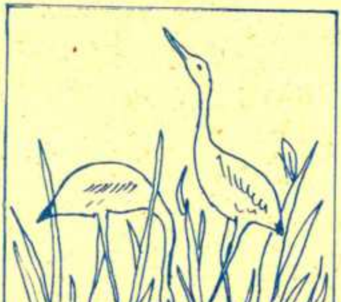

محمد فیصل سعادت، امیر پور خاص

اخبارِ نونہال

ایک پرندے کے ۹ رنگ

اوسٹریلیا میں ایک خوب صورت پرندہ پایا جاتا ہے، جس کا نام "پتا" ہے۔ اس کے پَروں کے رنگ نیلے، سبز، نارنجی، بھورے، گلابی، سرخ، سفید، بنفشی اور سیاہ ہوتے ہیں۔

مرسلہ: رئیس رحمت اللہ، خان پور

حیرت انگیز مصور

ہانگ ادنان ایک چینی مصوّر ہے، جس کو یہ کمال حاصل ہے کہ وہ زبان سے تصویریں بناتا ہے، یعنی وہ اپنے منھ کو ٹیوب اور زبان کو برش کی طرح استعمال کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ میں رنگوں کا ذائقہ محسوس کر کے مصوّری کرنے کا بڑا شوقین ہوں۔

مرسلہ: سید آصف مصطفٰی نقوی، کراچی

دنیا کا طویل ترین خط

دنیا کا طویل ترین خط ایک بھائی نے اپنی بہن کو لکھا تھا جو گیارہ لاکھ تیرہ ہزار سات سو الفاظ پر مشتمل تھا۔ یہ خط جیکو بین (ٹیکساس، امریکا) نے اپنی بہن مسز جین کو بھیجا تھا۔ اس خط کو لکھنے میں آٹھ ماہ صرف ہوئے تھے۔

مرسلہ: محمد ساجد، ملکوال

بولنے والی گھڑی

میونخ جرمنی کی ایک فرم نے حال ہی میں ایک ایسی گھڑی ایجاد کی ہے، جو وقت بول کر بتائے گی۔ پھر اس میں بٹون بجے گی۔ پانچ منٹ کے بعد یہ وارننگ کے انداز میں "ہری اپ" کہے گی۔ اس نئی حیرت انگیز ایجاد کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ گھڑی ہر گھنٹے بعد بلند آواز سے وقت کا اعلان کرتی ہے۔

مرسلہ: فضل ربی راہی، مینگورہ سوات

دنیا کی سب سے قیمتی دستاویز

امریکا کا "اعلانِ آزادی" ایسی دستاویز ہے جس کی قیمت دنیا میں شائع ہونے والی ہر دستاویز سے زیادہ ادا کی گئی۔ اس اعلانِ آزادی کے سولہ نسخے، جو ۱۷۷۶ء میں سیموئیل فری مین اینڈ کمپنی نامی ناشر نے فلاڈلفیا میں شائع کیے تھے، ۱۹۶۹ء میں چار لاکھ چار ہزار امریکی ڈالر میں فروخت ہوئے

مرسلہ: ہما نورین ناصر شاہد، ٹوبہ ٹیک سنگھ

عجیب و غریب پھول

اربوگ (منی ٹوبا) کی مسز ایم۔ فریڈریشی کے پاس ایک عجیب و غریب پھول کا پودا ہے۔ اس پودے کے سرے پر ایک پھول کے علاوہ شاخ کے بیچ میں بھی ایک پھول ہوتا ہے۔ آپ یقین کریں یا نہ کریں، ایسا پھول دنیا میں اور کہیں بھی نہیں پایا جاتا۔

مرسلہ: سید مشتاق احمد شاہ، گوٹھ عبدالرحیم کنرانی

گھومنے والا درخت

افریقہ کے ایک گاؤں "باکی" میں ایک ایسا درخت پایا جاتا ہے جسے لوگ مقدس درخت کہتے ہیں۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ جب طوفان آتا ہے تو وہ گھوم جاتا ہے اور ہوا کے ساتھ مسلسل گھومتا رہتا ہے اس طرح یہ درخت زمین پر نہیں گرتا۔

مرسلہ: خورشید احمد، ہری پور ہزارہ

صحت مند نونہال

دس سال سے کم عمر صحت مند نونہالوں کی تصویریں

راجا محمد بابر

مشتاق عثمان، کراچی

محمد جاوید حبیب، لاڑکانہ

محمد ذاکر مسافر، کراچی

محمد علی قائم خانی، ٹنڈوالہ یار

حافظ محمد مختار احمد، کراچی

جواد حسین، اسلام آباد

عثمان غنی، کراچی

خالد اقبال چوہدری، رحیم یار خاں

امین حسن علی، کراچی

ارشاد حسین، لاڑکانہ

محمد یامین عباسی، کراچی

محمد نعیم طاہر، تلہ گنگ

عبدالواحد، کراچی

اوسٹریلیا کے کرکٹ کے خوب صورت میدان
دنیا بھر کی توجّہ کا مرکز ہیں

ساجد علی ساجد

پاکستان میں زیادہ تر لوگ اوسٹریلیا کو کرکٹ اور ہاکی کے حوالے سے جانتے ہیں۔ پاکستان اور اوسٹریلیا کے کھلاڑی کرکٹ اور ہاکی کے میدان میں ایک دوسرے کے مقابلے پر اُترتے رہتے ہیں۔ ان دنوں بھی اوسٹریلیا سب کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے، کیوں کہ وہاں مِنی (MINI) ورلڈ کپ ٹورنامنٹ کھیلا جارہا ہے جسے بینسن اینڈ ہیجز کرکٹ کپ ٹورنامنٹ بھی کہتے ہیں۔

اوسٹریلیا بحر ہند اور بحرالکاہل کے درمیان واقع ایک برّاعظم بھی ہے اور ملک بھی۔ اس کا دارالحکومت کینبرا ہے۔ انتیس لاکھ سڑسٹھ ہزار آٹھ سو چورانوے (۲۹۶۷۸۹۴) مربع میل پر پھیلے ہوئے اس ملک کی آبادی پونے دو کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ اسے ۱۷۷۰ء میں انگریز سیّاح کیپٹن جیمز کُک نے دریافت کیا تھا۔ اس کے بعد انگریز یہاں آکر آباد ہونے لگے۔ ۱۸۵۱ء میں جب ریاست وکٹوریا میں سونا نکل آیا تو آنے والوں کی یلغار اور بڑھ گئی۔ ۱۹۰۱ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے اوسٹریلیا کے آئین کی منظوری دی اور اوسٹریلیا کا ملک وجود میں آگیا۔

ملکہ ایلزبتھ دوم اوسٹریلیا کی سربراہِ مملکت ہیں۔ ملکہ کی نمائندگی ایک گورنر جنرل کرتا ہے اور الیکشن کے ذریعے سے اوسٹریلوی وزیر اعظم کا انتخاب عمل میں آتا ہے۔ اوسٹریلیا کے بڑے بڑے شہر دارالحکومت کینبرا کے علاوہ سڈنی، ملبورن، برسبین، ایڈیلیڈ، پرتھ اور ہوبارٹ ہیں۔ ان شہروں میں سے اکثر کرکٹ کے بڑے مراکز ہیں۔

بینسن اینڈ ہیجز ورلڈ کپ چیمپئن شپ کے مقابلے ۱۷۔ فروری ۸۵ء کو شروع ہوئے اور ۱۰۔ مارچ تک کھیلے جائیں گے۔ ان میں دنیا کی سات مشہور کرکٹ ٹیمیں ایک دوسرے کا مقابلہ کررہی ہیں، جن کا مقصد ایک لاکھ پینتیس ہزار (۱۳۵۰۰۰) ڈالر کی انعامی رقم جیتنے

کے لیے ایک دوسرے کو نیچا دکھانا ہے۔

یہ چیمپین شپ اوسٹریلیا کی قدیم ترین ریاست وکٹوریہ کی کرکٹ ایسوسی ایشن کے قیام کی ڈیڑھ سوویں سال گرہ کی خوشی میں کھیلی جارہی ہے، جس نے اوسٹریلیا کے کرکٹ کے پرستاروں کو دل چسپ تفریح فراہم کی ہے۔ ان مقابلوں کے لیے حصّہ لینے والی ٹیموں کو دو گروپوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ گروپ اے اوسٹریلیا، انگلستان، بھارت اور پاکستان پر مشتمل ہے۔ گروپ بی میں نیوزی لینڈ، سری لنکا اور ویسٹ انڈیز شامل ہیں۔

چیمپین شپ کا پہلا سیمی فائنل ۵۔مارچ ۸۵ء کو ملبورن میں کھیلا جائے گا۔ دوسرا سیمی فائنل ۶۔مارچ کو سڈنی میں کھیلا جائے گا۔ ۱۰۔مارچ کو فائنل میچ ملبورن کے کرکٹ اسٹیڈیم میں ہوگا۔ چیمپین شپ کی ایک نئی بات یہ ہے کہ اس میں سیمی فائنل میں ہارنے والی ٹیمیں ۹۔مارچ کو سڈنی میں گولڈ پلیٹ ونر فائنل کھیلیں گی اور اس میں جیتنے والی ٹیم کو ایک خوب صورت سونے کی پلیٹ انعام میں دی جائے گی۔ ۱۰۔مارچ کے فائنل میں جیتنے والی ٹیم کو کیا کیا ملے گا؟ وہ بھی سُن لیجیے۔ پینتیس اعشاریہ پانچ سنٹی میٹر اونچی جگمگاتی ہوئی ٹرافی، جس کی قیمت آٹھ ہزار ڈالر کے لگ بھگ ہوگی۔ اس کے علاوہ بتیس ہزار ڈالر کا نقد انعام۔ فائنل میں ہارنے والی ٹیم بھی مایوس نہیں لوٹے گی اور سولہ ہزار ڈالر کا انعام لے جائے گی۔ اس کے علاوہ فائنل میں جو کھلاڑی سب سے اچھا کھیلے گا اسے دو ہزار ڈالر علاحدہ سے ملیں گے۔

ہر میچ پچاس اوور کا ہوگا اور سفید گیند سے کھیلا جائے گا۔ اس طرح دنیا بھر میں جو لوگ کرکٹ میں دل چسپی لیتے ہیں اُن کی نگاہیں ۱۰۔مارچ ۱۹۸۵ء تک اوسٹریلیا کے کرکٹ میدانوں پر لگی رہیں گی۔

الگ الگ

بعض نونہال مختلف تحریریں ایک ہی کاغذ پر لکھ کر بھیج دیتے ہیں، ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ ہر تحریر مثلاً سوال، تحفے، کہانی، بزم کے لیے خط، غرض ہر چیز الگ الگ کاغذ پر لکھنی چاہیے اور کاغذ کی صرف ایک طرف۔ البتہ ایک لفافے میں آپ بہت سے کاغذ رکھ کر بھیج سکتے ہیں۔

لکھنے کا شوق

مسعود احمد برکاتی

بہت سے نونہالوں کو اپنا نام چھپوانے کا شوق ہوتا ہے۔ یہ شوق اچھا ہے۔ شوق تو ہے ہی اچھی چیز۔ شوق ہی کی وجہ سے آدمی بہت سے مشکل اور خطرناک کام کر لیتا ہے، لیکن ایک اور لفظ بھی یاد رکھیے، وہ ہے سلیقہ۔ شوق کے ساتھ سلیقے کو ملانے سے بڑا مزے دار مُربّا تیار ہوتا ہے جس کو کہنا چاہیے۔ کیا کہنا چاہیے؟ میرے خیال میں کام یابی کہہ لیجیے۔ شوق کے ساتھ ایک اور چیز بھی شامل ہو جاتی ہے اور وہ ہے محنت۔ شوق ہو تو آدمی محنت ضرور کرتا ہے۔ کوئی محنت نہ کرے تو سمجھو کہ اس کا شوق ادھورا ہے، لیکن شوق کے ساتھ سلیقہ بھی چاہیے۔ خاص طور پر نام پیدا کرنے کے لیے تو سلیقہ بہت ہی ضروری ہے۔ نام کے لفظ سے پہلے اکثر دو لفظ اور لگتے ہیں، مگر اکھٹے نہیں آتے۔ کبھی ایک لفظ آتا ہے اور کبھی دوسرا۔ وہ کیا لفظ ہیں؟ ایک لفظ ہے "نیک" اور ایک لفظ ہے "بد"۔ آپ نے یہ دونوں لفظ اس طرح بھی سُنے اور پڑھے ہوں گے: "نیک نام" اور "بد نام"۔ تو شہرت کے شوقینوں کو یہ دونوں لفظ ضرور یاد رکھنے چاہییں۔ شوق کے ساتھ سلیقہ شامل ہو تو نیک نام ورنہ بدنام۔

سلیقے کی پہلی بات یہ ہے کہ نام، کام سے حاصل ہوتا ہے۔ کام کے بغیر کوئی بھی نام نہیں کما سکتا۔ جس طرح پیسہ کمانے کے لیے محنت کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح نام کمانے کے لیے بھی کوشش ضروری ہے۔ اچھے کاموں سے اچھا نام ملتا ہے اور بُرے کاموں سے بُرا نام۔

جو نونہال ادیب بننے کا شوق رکھتے ہیں وہ تعریف کے قابل ہیں، لیکن شوق جتنا اچھا ہے اتنا آسان نہیں ہے۔ ہر راستہ جو شہرت، عزت، دولت یا حکومت تک پہنچاتا ہے لمبا ہوتا ہے اور دشوار بھی۔ جو لوگ راستے کی مشکلوں سے گھبرا جاتے ہیں اور دل چھوٹا کر لیتے

ہیں وہ جلدی تھک جاتے ہیں اور راستے ہی میں بیٹھ جاتے ہیں یا واپس اپنی جگہ آجاتے ہیں۔ بڑے کاموں کے لیے لمبا سفر کرنا ہی پڑتا ہے۔ سفر کی تکلیفوں کو شوق آسان بنا دیتا ہے اور مسافر کو تھکنے نہیں دیتا۔

ادب کی منزل بھی آسان نہیں ہوتی اور ادیب بننے کے لیے جس راہ پر چلنا پڑتا ہے اس میں اُتار چڑھاؤ بھی آتے ہیں، اس لیے احتیاط سے چلنا پڑتا ہے ورنہ گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بعض وقت شوق جلدی اور تیزی کا تقاضا کرتا ہے کہ بھاگ کر شہرت کی منزل پر پہنچ جائیں، لیکن اس بھاگ دوڑ میں ٹھوکر بھی لگ جاتی ہے اور آدمی جلدی پہنچنے کے بجائے اور زیادہ دیر سے پہنچتا ہے۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ آدمی دیر سویر منزل پر پہنچ تو جائے، لیکن اس سے زیادہ نقصان کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسافر راستہ بھٹک جاتے ہیں اور غلط راہ پر چل پڑتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اصل منزل گُم ہو جاتی ہے اور وہ ہمیشہ اِدھر اُدھر بھٹکتے رہتے ہیں۔

جن نونہالوں کو لکھنے کا شوق ہوتا ہے اُن کا پہلا اوزار کیا ہے؟ قلم؟ نہیں، کتاب۔ ان کو سب سے پہلے پڑھنے کا شوق پیدا کرنا چاہیے۔ اگر آپ بڑھئی کا کام سیکھنا چاہیں تو آری، بسُولا ہاتھ میں پکڑنے سے بھی پہلے بڑھئی کا کام دیکھیں گے۔ اس کی بنائی ہوئی میز، کرسی، الماری وغیرہ پر غور کریں گے۔ لکھنا ہے تو لکھا ہوا دیکھیں۔ خوب پڑھیں۔ پڑھنے سے معلومات بھی بڑھے گی اور یہ بھی سمجھ میں آئے گا کہ معلومات اور خیالات کو لفظوں کا لباس کس طرح پہنایا جاتا ہے۔ جو تحریر اچھی لگے اس کو نقل کر لیں۔ نقل کرتے کرتے آپ کو بھی اپنی بات کہنے کا ڈھنگ آجائے گا۔

جو کچھ لکھنا ہو اس کو سادہ اور آسان لفظوں میں لکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ایک تو سادگی بڑی خوبی ہے، دوسرے شروع میں مشکل الفاظ لکھنے سے غلطیاں زیادہ ہوں گی۔ اس لیے آسان سے آسان زبان میں اپنا خیال ادا کرنا چاہیے۔

پچھلے بزرگ کہتے تھے کہ اپنا لکھا چھپوانے کی جلدی نہ کرو۔ دنیا کا کوئی ادنا سے ادنا کام بھی پہلے دن یا پہلی بار اس قابل نہیں ہوتا کہ اس کی نمائش کی جائے۔ بعض نونہال چاہتے ہیں کہ اُن کا لکھا ہوا پہلا مضمون یا پہلی کہانی یا پہلی نظم ہی چھپ جائے، لیکن اس

سے فائدے کے بجائے نقصان ہوتا ہے۔ مشق کے بعد ہی مہارت حاصل ہوتی ہے۔ ابتدائی تحریر چھپ بھی گئی تو مزہ نہیں آئے گا۔ ابتدا میں کسی سے اصلاح لینا ضروری ہے۔ اصلاح لینے سے غلطیاں اور خامیاں آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہیں اور آدمی جلد ترقی کرتا ہے۔ استاد کے بغیر بھی کام چل سکتا ہے، لیکن وقت زیادہ لگتا ہے۔

کسی نونہال کی دس کہانیاں چھپیں اور ایک بھی پسند نہ کی جائے، یہ اچھا ہے یا یہ اچھا ہے کہ صرف ایک کہانی شائع ہو اور بہت لوگ اس کی تعریف کریں۔

ہر کام کے شروع میں جو دقّت اور محنت ہوتی ہے وہ بعد میں نہیں ہوتی۔ آہستہ آہستہ کام آسان ہو جاتا ہے اور اس میں صفائی اور خوبی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی حال مضمون نگاری کا ہے۔ جو نونہال صبر اور سلیقے سے کام لیں گے اُن کا شوق اُن کو بہت اچھا نام کما کر دے گا۔

جاگو جگاؤ

دوسرا ایڈیشن شائع ہو گیا

حکیم محمد سعید اپنے مقبول کالم جاگو جگاؤ میں بڑے کام کی باتیں لکھتے ہیں اور بچے بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ دس سال کے کالموں سے انتخاب کر کے مسعود احمد برکاتی نے جو کتاب مرتّب کی تھی، اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے۔

اس خوب صورت کتاب کی قیمت صرف ۵ رُپے ہے۔

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، ہمدرد سنٹر، ناظم آباد، کراچی ۱۸

بوجھو تو جانیں

بوڑھا باغبان اس بات سے سخت پریشان ہے کہ آخر وہ کیا چیز ہے جو اس کی گوبھی کو برباد کر رہی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ یہ ضرور کوئی کیڑا ہے۔ وہ ان کیڑوں کو تلاش نہیں کر پا رہا ہے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ کیڑے کہاں ہیں؟ اپنے جواب کو آیندہ شمارے میں دیے ہوئے جواب سے ملائیے۔

اناڑی معالج

محترمہ فردوس فضل

ایک دن شام کے وقت جب کہ سورج غروب ہو رہا تھا چند مسافر درختوں کے سائے میں آرام کرنے کے لیے بیٹھ گئے اور اپنے اونٹوں کو کھول دیا تاکہ وہ گھوم پھر لیں اور کھا پی لیں۔ اتفاق سے ایک اونٹ خربوزوں کے کھیت میں چلا گیا اور ایک خربوزہ اس کے حلق میں اٹک گیا۔ اونٹ کے مالک نے جو یہ دیکھا تو ڈرا کہ کہیں اونٹ مر نہ جائے۔ لہٰذا اس نے جلدی سے ایک کمبل اونٹ کی گردن پر باندھ دیا اور گلے میں جس جگہ خربوزہ اٹکا ہوا تھا وہاں لکڑی سے مارنا شروع کر دیا۔ خربوزہ ضرب لگنے سے

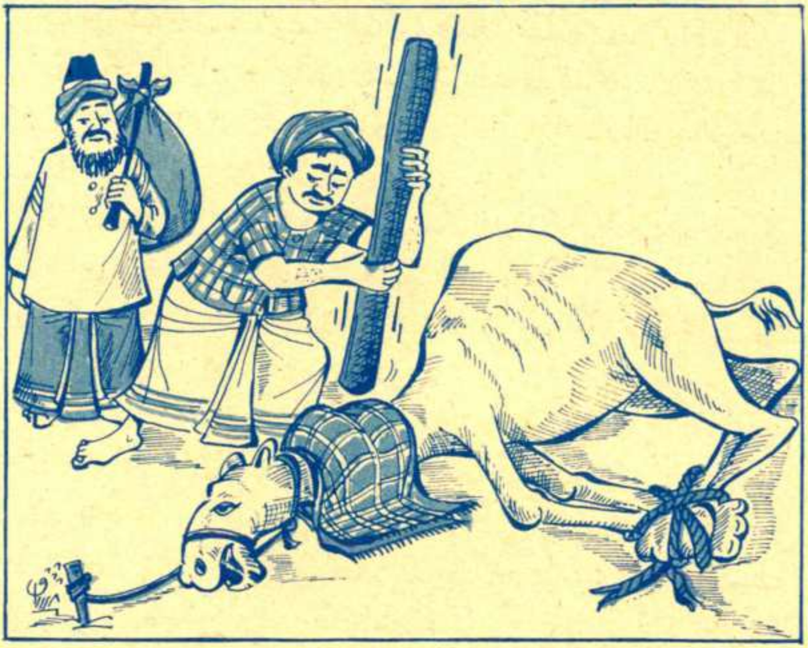

ٹوٹ گیا اور اونٹ کے حلق کے نیچے اُتر گیا۔

ایک آدمی جو اسی وقت وہاں آ گیا تھا اس نے یہ سب دیکھ لیا۔ چناں چہ اس نے اپنی گٹھری اُٹھائی اور قریب کے گاؤں میں پہنچ گیا۔ وہاں اس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ معالج ہے۔ ایک دیہاتی نے اس سے پوچھا، "تم کس مرض کا علاج کر سکتے ہو؟"

اناڑی معالج بولا، "میں گھینگا کا علاج کر سکتا ہوں۔"

ایک بوڑھی عورت اسی مرض میں مبتلا تھی۔ اس کا گلا بہت زیادہ پھولا ہوا تھا۔ وہ بولی، "اے بیٹا، اگر تم میرا علاج کر دو تو میں تم کو ہمیشہ دعائیں دیتی رہوں گی۔"

اناڑی معالج نے کہا، "ہاں میں تمھارا علاج کر دوں گا، لیکن پہلے ایک کمبل اور ایک بڑی سی موگری لے آؤ۔" جب یہ چیزیں آگئیں تو اناڑی معالج نے عورت کے گلے پر کمبل باندھ دیا اور گلے کے پھولے ہوئے حصّے پر موگری زور زور سے مارنی شروع کر دی۔ بوڑھی عورت مر گئی۔ اب تو سب لوگ چلّانے لگے، "ارے یہ آدمی تو شیطان ہے!"

چناں چہ سب لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور اسے بادشاہ کے پاس لے جانے لگے۔ اتنے میں ایک آدمی بولا، "ارے بھائیو! وہ عورت تو بہت بوڑھی تھی۔ یوں بھی وہ چند روز میں مر جاتی۔ لہٰذا اس آدمی سے بڑھیا کی قبر کھدوالو اور پھر اس کو مار پیٹ کر یہاں سے بھگا دو۔"

لہٰذا لوگ اس اناڑی معالج کو قبرستان لے گئے اور اس کو قبر کھودنے پر مجبور کیا۔ مگر زمین بہت سخت تھی، اس لیے بہت دیر کے بعد وہ صرف تھوڑا کھود پایا۔ یہ دیکھ کر لوگ بولے، "دیکھو! اگر تم ٹھیک سے نہیں کھودتے ہو تو پھر ہم تم کو بادشاہ کے پاس لے جائیں گے اور تم پھانسی پر لٹکا دیے جاؤ گے۔"

اس دھمکی کا اثر ہوا اور وہ زور زور سے پھاوڑا چلانے لگا۔ آخر قبر کُھد گئی اور بڑھیا کو اس میں دفن کر دیا گیا۔ ان سب لوگوں نے اناڑی معالج کو پیٹنا شروع کر دیا۔ جب خوب مار چکے تو اس کو وہاں سے بھگا دیا، مگر اتنی مار کھانے کے بعد بھی اس آدمی کو سبق نہیں ملا۔ وہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر اگلے گاؤں پہنچ گیا اور وہاں بھی اپنے آپ کو طبیب ظاہر کیا۔ کسی نے پوچھ لیا، "تم کس بیماری کا علاج کرتے ہو؟"

"میں گھینگا کا علاج کرتا ہوں۔" اناڑی بولا۔

اس گاؤں میں ایک بوڑھا آدمی اسی مرض میں مبتلا تھا، وہ آگے بڑھا۔ مگر نقلی طبیب نے کہا، "دیکھو بھائی، میں تو اپنے طور پر علاج میں کوئی کسر باقی نہ رکھوں گا، لیکن اگر مریض مر جائے تو تم لوگ مجھ سے اس کی قبر نہ کھدوانا۔" یہ سُن کر لوگ چلّانے لگے، "تم بھی عجیب طبیب ہو کہ علاج شروع کرنے سے پہلے ہی قبر کھودنے کی بات کرتے ہو۔ چلو بھاگو یہاں سے۔ ہم کو ایسے طبیب کی ضرورت نہیں۔"

یہ سُن کر اناڑی طبیب نے اپنے دل میں کہا، "یہ تو بڑی عجیب بات ہوئی۔ میرے لیے بہتر یہی ہے کہ میں ان اونٹ والوں کے پاس جاؤں اور اُن سے کہوں کہ تم نے مجھے صحیح علاج نہیں بتایا۔ شاید وہ کوئی ترکیب بتا دیں۔" چناں چہ یہ اپنے اونٹ پر روانہ ہو گیا اور تھوڑی دُور جا کر اسے وہی اونٹ والے مل گئے۔ اس نے پہنچتے ہی ان سے کہا، "تم لوگ بڑے بے وقوف ہو۔ مجھے ایک بوڑھی عورت ملی جس کے گلے میں گھینگا تھا۔ میں

نے کمبل اس کی گردن پر لپیٹ دیا اور ایک موگری سے اس کی گردن پر مارنا شروع کر دیا، لیکن وہ صحت یاب ہونے کے بجائے مر گئی اور ان لوگوں سے فیس ملنے کے بجائے مجھے اس بڑھیا کی قبر کھودنی پڑی۔"

یہ سُن کر اونٹ والوں نے کہا، "بے وقوف ہم نہیں، تم ہو۔ یہ اونٹ تو بہت بڑے اور طاقت ور ہیں۔ بھلا بوڑھی عورت موگری کی مار کیسے برداشت کر سکتی تھی۔"

اتنے میں ایک آدمی آگے بڑھا اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا، "تم لوگ ذرا خاموش رہو۔ اس کو میں سمجھائے دیتا ہوں۔" پھر اس نے اناڑی معالج سے کہا، "یہ لوگ تمھاری بات نہیں سمجھ سکتے۔ میں تم کو ایک منٹ میں سمجھائے دیتا ہوں۔" اتنا کہہ کر اس نے ایک بڑا سا ڈنڈا اُٹھا لیا جس پر لوہے کے چھلّے جڑے ہوئے تھے اور ایک اونٹ جو قریب تھا اس کو زور سے مارا۔ اونٹ پر ڈنڈے کا کوئی خاص اثر نہ ہوا۔ وہ صرف ذرا آگے بڑھ گیا۔ وہ آدمی بولا، "تم نے اس ڈنڈے کا اثر اونٹ پر تو دیکھ لیا اب دیکھو کہ آدمی پر اس کا کیا اثر ہوتا ہے۔"

اتنا کہہ کر اس نے خود اناڑی طبیب کو ایک ڈنڈا رسید کیا۔ ڈنڈا پڑتے ہی وہ دھڑام سے زمین پر ڈھیر ہو گیا اور بے ہوش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو گھبرا کر پوچھنے لگا، "تم نے یہ ظلم میرے ساتھ کیوں کیا؟"

وہ آدمی بولا، "تم سمجھے نہیں، میں تم کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ جو چیز اونٹ کے لیے مناسب ہے وہ بوڑھے مرد اور عورتوں کے لیے مناسب نہیں۔"

یہ سُن کر اناڑی معالج بولا، "ارے اب میں سمجھ گیا کہ مجھ سے کیا غلطی ہوئی۔ اب میں کبھی معالج بننے کی کوشش نہیں کروں گا۔"

تحفے

مُسکراتے جُملے — عظیم اقوال — انوکھے نکتے — دل چسپ تحریریں

عِلم

مرسلہ: فرحانہ ناہید، کراچی

○ علم کی کوشش اپنے چھپے ہوئے جذبات کا اظہار ہے۔

○ علم سے انسان کی وحشت اور دیوانگی دُور ہوتی ہے۔

○ علم ایک ایسا بادل ہے، جس سے رحمت ہی برستی ہے۔

○ علم لگن سے حاصل ہوتا ہے۔ لگن کے فقدان سے علم کھو جاتا ہے۔

○ علم بغیر عمل کے ایسا ہے جیسے جسم بغیر روح کے۔

○ علم انسان کی تیسری آنکھ ہے۔

○ علم کی تحقیق میں بحث کرنا جہاد ہے۔

انسانی عجوبے

مرسلہ: محمد عمران صدیقی، اسلام آباد

○ حضور اکرمؐ کے ایک صحابی حضرت سلمیٰؓ اس قدر تیز دوڑتے تھے کہ تیز بھاگتے ہوئے گھوڑے کو پکڑ لیتے تھے۔

○ عرب کی مشہور شخصیت زرقا الیمامہ کی نظر اس قدر تیز تھی کہ وہ کسی ٹیلے پر چڑھ کر اُن قافلوں کو دیکھ لیتی تھیں، جو ابھی تین روز کی مسافت کی دوری پر ہوتے تھے۔

○ عباس خلیفہ معتصم باللہ کے ہاتھوں میں اس قدر غیر معمولی طاقت تھی کہ وہ دو انگلیوں سے دینار کو رگڑ کر اس کے نقوش مٹا دیتا تھا۔

زندگی

مرسلہ: ناظمہ ارم، ملیر

دنیا کی لہروں سے لڑو، اصل زندگی جدوجہد ہے، زندگی کے مسائل سے نبرد آزما ہو، انھیں حل کرنے کی کوشش کرو۔ ہر بات اس طرح نہ مان لیا کرو جیسے سورج مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب میں ڈوبتا ہے۔ زندگی میں بہت سکون ہو تو زندگی ساکت ہونے لگتی ہے۔ حرکت ہی زندگی کی نشانی ہے۔ چلتی کا نام گاڑی ہے، کھڑی ہو تو لوہے اور لکڑی کے ڈبے ہیں۔

—— جٹس کیانی

از جنت الفردوس

مرسلہ: زاہد حسین، کراچی

کسی پادری نے ایصالِ ثواب کی خاطر گرجا کے دروازے پر لکھ دیا۔ میرا پیارا بھائی اسمتھ آج صبح ساڑھے چار بجے اس جہانِ فانی سے جنت الفردوس

کی جانب کوچ کر گیا ہے۔ دوسرے دن جب وہ گرجا گھر میں داخل ہونے لگا تو اس کی نگاہ اپنی تحریر پر پڑی جس کے نیچے کسی نے لکھ دیا تھا۔

"از جنت الفردوس۔ ۹ بجے صبح۔ مسٹر اسمتھ ابھی تک یہاں نہیں پہنچا، ہمیں بے حد تشویش ہے۔"

قانون

مرسلہ، فاروق صالح، کراچی

○ تحریری قانون مکڑی کے جالوں کی مانند ہیں۔ کم زور ان میں پھنس جاتا ہے اور طاقت ور اُن کو توڑ کر نکل جاتا ہے۔ (اناکراسس)

○ دو وکیلوں کے درمیان ایک دیہاتی ایسا ہی ہے جیسے دو بلیوں کے بیچ میں ایک مچھلی۔

(فرینکلن)

○ قانون ایک چوہے دان ہے جس میں داخل ہونا آسان اور نکلنا بے حد مشکل (بالف)

○ قانون ایک جال ہے چھوٹے اس سے بچ کر نکل جاتے ہیں اور بڑے اسے توڑ کر۔ درمیان کے اس میں پھنس جاتے ہیں۔ (شن اسٹون)

○ اچھا قانون نیکی کرنے کو آسان اور برائی کے ارتکاب کو مشکل بنا دیتا ہے۔ (گلیڈاسٹون)

○ انتظار کرنے والے کو ہر چیز مل جاتی ہے، یہاں تک کہ انصاف بھی۔ (داسٹن اولیلے)

○ قانون قابلِ احترام ہے، اس لیے نہیں کہ وہ قانون ہے، بلکہ اس لیے کہ وہ حق و صداقت پر مبنی ہے۔ (ایچ۔ ڈبلیو۔ بیجر)

○ قانون اور انصاف۔ یہ دو چیزیں تھیں جنھیں خدا نے یک جا کر دیا تھا، مگر انسان نے اسے بالکل ہی جُدا کر دیا۔ (کولٹن)

○ دنیا کی سب سے بڑی زیادتی وہ ہے جو قانون کے نام پر ہوتی ہے۔ (لے اسٹرینج)

○ قوانین کی کثرت یہ ظاہر کرتی ہے کہ یا تو بادشاہ بہت جابر ہے یا رعایا بہت ہی بے لگام۔ (مارسٹن)

اخبار

مرسلہ: عزیز بھٹی، کراچی

"اخبار ہماری زندگی کا لازمہ بن گیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا اخبار نہ ہوتے تو ہم صبح صبح کیسے اُٹھتے اور کیوں اُٹھتے؟ ذاتی طور پر ہمارے علی الصبح آٹھ ساڑھے بجے اُٹھ بیٹھنے کی بڑی وجہ اخبار ہے۔ سُنتے ہیں دیہات میں لوگ پرندوں کی ہُوحق سے بیدار ہو جاتے ہیں، لیکن اس شہر میں درخت کہاں کہ ان پر پرندے بسیرا کریں۔ ان کی جگہ ہمارے ہاں سبزی والوں کی ہانکیں اور ڈبل روٹی مکھن والوں کی پکاریں ہیں۔ خیر مقصد دونوں کا لوگوں کی نیند میں خلل ڈالنا ہوتا ہے۔" ——— ابنِ انشا

کارلائل اور معمار

مرسلہ، صائم علی خاں قادری، کراچی

مشہور مورّخ کارلائل کی زندگی کا ایک واقعہ بڑا سبق آموز ہے۔ ایک بار اُن کا گہرا دوست اور مشہور

ماہرِ معاشیات جان اسٹوارٹ مل صبح ہی صبح ان کے ہاں آیا۔ بڑے افسوس اور ندامت بھرے لہجے میں بولا، "میں آپ سے کیا کہوں، آپ نے اپنی کتاب کا جو مسوّدہ مجھے پڑھنے کو دیا تھا، اسے مکان کی مالکہ نے آگ جلانے کے لیے چولہے میں جھونک دیا ہے۔" کارلائل کے لیے یہ خبر بجلی گرنے سے کم نہ تھی۔ ان کی ساری محنت اکارت گئی تھی۔ کئی روز وہ بہت بُجھے بجھے اور پریشان رہے۔ ایک روز وہ اپنے کمرے کے دریچے سے جھانک رہے تھے کہ ان کی نظر ایک معمار پر پڑی، جو اُن کے گھر کے بالکل سامنے مکان بنا رہا تھا۔ وہ بڑے اطمینان سے اینٹ پر اینٹ رکھتا چلا جا رہا تھا۔ سہ پہر تک انھوں نے دیکھا کہ معمار نے پوری دیوار بنا ڈالی۔ کارلائل دل ہی دل میں کہنے لگے، "آگ نے میرا جو کچھ تباہ کر دیا ہے میں اسے دوبارہ بنا سکتا ہوں۔" چناں چہ اُٹھے اور میز پر جا بیٹھے اور یادداشت سے کام لے کر جو کچھ پہلے لکھا وہی لکھنا شروع کر دیا۔ ایک جملے کے بعد دوسرا جملہ کاغذ پر منتقل ہوتا چلا گیا، یہاں تک کہ کارلائل اپنی مشہور اور اہم ترین کتاب "انقلابِ فرانس" پوری کی پوری دوبارہ لکھنے میں کام یاب ہو گئے۔

آزادی کی حفاظت

مرسلہ: محمد مظہر الدین نعمانی، فیصل آباد

آزادی کی حفاظت ہم سب کا فرض ہے۔ آج جو بچے ہیں وہ کل جوان ہوں گے۔ اس لیے نونہالوں کو ایک آزاد قوم کے افراد کی سی خصوصیات پیدا کرنے کے لیے ابھی سے تیاری کرنی چاہیے، تاکہ ہم صحیح معنوں میں آزاد کہلا سکیں۔ آزادی قربانی مانگتی ہے۔ آزادی حاصل کرنے اور اسے برقرار رکھنے کے لیے قربانی دینی پڑتی ہے۔

ہمیں اگر آزادی عزیز ہے تو اس کے لیے قربانیاں بھی دینی چاہییں۔

پاپی من

مرسلہ: غلام ربّانی، مظفر آباد، آزاد کشمیر

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

—— علامہ اقبال

انسان اور چیونٹی

مرسلہ: تنویر عباس ہاشمی، میانوالی

انسان کے پاؤں کے نیچے بے شمار چیونٹیاں آتی ہیں اور مر جاتی ہیں، لیکن انسان کو چیونٹی کی مصیبت کا احساس نہیں ہوتا۔ انسان کے پاؤں کے نیچے چیونٹی کا وہی حال ہوتا ہے جو ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے انسان کا ہو سکتا ہے۔ اگر انسان اس بات کو ذہن میں رکھے تو شاید اس کا پاؤں کبھی چیونٹی پر نہ پڑے، یعنی اس احساس کی بہ دولت انسان لوگوں کو ستانے سے باز آ جائے۔

—— شیخ سعدیؒ

شیطان دھولیں مارتا ہے

مرسلہ: سرفراز درانی، راول پنڈی

ایک دن انشا نواب سعادت علی خان کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے اور گرمی سے گھبرا کر دستار سر سے رکھ دی تھی۔ منڈا ہوا سر دیکھ کر نواب کی طبیعت میں چہل آئی۔ ہاتھ بڑھا کر پیچھے سے ایک دھول ماری۔ آپ نے جلدی سے ٹوپی سر پر رکھ لی اور کہا، "سبحان اللہ، بچپن میں بزرگ سمجھایا کرتے تھے کہ ننگے سر کھانا کھاتے ہیں تو شیطان دھولیں مارتا ہے۔ ــــــ مولانا حسین آزاد

یادداشت

مرسلہ: نصرت جہاں، کراچی

پرانے زمانے میں یونانی طالب علم امتحان کی غرض سے جب مطالعے میں مصروف ہوتے تو وہ اس دوران سر کے بالوں میں گلاب کے پھول کی قسم کا پودا ٹانک لیا کرتے تھے۔ اُن کا یہ پختہ عقیدہ تھا کہ اس طرح کرنے سے امتحان کے کمرے میں اُن کی یادداشت بالکل تازہ رہتی ہے۔

کل

مرسلہ: معراج یاسمین اعظم، ڈیرہ اسماعیل خان

○ داناؤں کی لغت میں کل کا لفظ کہیں نہیں ملتا، البتہ بے وقوفوں کی ڈکشنری میں یہ بہ کثرت مل جاتا ہے۔

○ کل شیطان کا مقولہ ہے، تواریخ کے تمام اوراق کل کے شان دار شاہ کاروں سے پُر ہیں۔ (مخزن اخلاق)

کم بخت اور منحوس

مرسلہ: وجیہہ شیریں، کراچی

ایک پاکستانی عورت کی ایک انگریز سے شادی ہوئی۔ ان کی نوکرانی بھی اردو بولنے والی تھی۔ ایک دن خاتون کی خوب صورت چائے دانی نوکرانی سے گر کر ٹوٹ گئی۔ وہ خاتون بہت ناراض ہوئیں اور نوکرانی سے کہا، "اری کم بخت، تُو نے یہ کیا کیا؟" تھوڑی دیر بعد ان کے شوہر نے پوچھا، "کم بخت کسے کہتے ہیں؟" خاتون سوچنے لگیں کہ اگر میں اس کو کم بخت کے صحیح معنی بتا دوں تو یہ سوچے گا کہ پاکستانی کیسے ہوتے ہیں۔ اس نے اپنے شوہر کو جواب دیا، "کم بخت کے معنی موٹی ہوتے ہیں۔"

چند دنوں بعد پھر اس کی نوکرانی سے اس کا خوب صورت جگ ٹوٹ گیا۔ اس دفعہ انھوں نے اپنی نوکرانی سے کہا، "اری منحوس، تُو نے میرا بہت نقصان کر دیا۔" تھوڑی دیر بعد اس کے شوہر نے پوچھا، "منحوس کے کیا معنی ہوتے ہیں؟" خاتون نے سوچا اگر میں اس کو صحیح معنی بتا دوں تو یہ پاکستانیوں کے متعلق غلط رائے قائم کرے گا۔ اس لیے اس نے اپنے شوہر سے کہا، "اس کے معنی دُبلی کے ہوتے ہیں۔" تھوڑے عرصے کے بعد وہ خاتون اپنے شوہر کے ساتھ پاکستان آئیں۔ اچانک خاتون کی والدہ بیمار ہو گئیں۔ دونوں میاں بیوی ان کی عیادت کے لیے گئے۔ انگریز شوہر نے اپنی ساس سے کہا، "مادام، آپ پہلے تو بڑی کم بخت تھیں، اچانک اتنی منحوس کیوں ہو گئیں۔"

ہالینڈ کی کم عمر ہاکی ٹیم

ہالینڈ ان یورپی ممالک میں شامل ہے، جہاں ہاکی بہت زیادہ دل چسپی سے کھیلی جاتی ہے۔ وہاں بچے بہت کم عمری ہی میں ہاکی کھیلنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کا اندازہ اس بات سے بھی ہو سکتا ہے کہ ہالینڈ کی ۱۴ سال تک کی عمر کے کم سن کھلاڑیوں کی ٹیم نے پاکستان کا پندرہ روزہ دورہ کیا اور اس دوران راول پنڈی، پشاور، سیال کوٹ، گجرانوالہ، لاہور اور کراچی میں میچ کھیلے۔

ہالینڈ کے یہ نوعمر کھلاڑی اس غرض سے آئے تھے کہ یہاں کھیل کر جتنا تجربہ حاصل کر سکتے ہیں حاصل کریں اور یہ تجربہ ان کے کام آئے۔ ان کا یہ مقصد یقیناً پورا ہوا ہو گا۔ ڈچ یعنی ہالینڈ کے بچے اگرچہ اکثر میچ ہار گئے، مگر انھیں مایوسی بالکل نہیں ہوئی، کیوں کہ اکثر میچوں میں ان کے مقابلے پر ایسے کھلاڑی میدان میں اُترے جن کی عمریں ۱۴ سال سے زیادہ تھیں۔ ظاہر ہے ہمارے ہاں ہاکی اتنی کم عمری میں نہیں کھیلی جاتی کہ ہم ۱۴ سال سے کم عمر بچوں کی ہاکی ٹیم مختصر وقت میں بنا سکتے۔

اس اعتبار سے ہم کراچی میں کھیلے جانے والے میچ کو بہترین میچ قرار دے سکتے ہیں کہ یہاں کمبائنڈ اسکول کی جو ٹیم ہالینڈ کی انڈر ۱۴ ٹیم کے خلاف کھیلی وہ واقعی ۱۴ سال تک کی عمر کے کھلاڑیوں کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ میچ میں برابر کا مقابلہ ہوا اور میزبان ٹیم چار کے مقابلے میں پانچ گول سے جیتی۔ دونوں ٹیموں میں اچھی خاصی صلاحیت کے کھلاڑی کھیلتے نظر آئے۔ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ کھلاڑی جن کی صلاحیتیں "پالنے" میں نظر آ رہی ہیں وہ بڑے ہو کر صحیح معنوں میں بڑے کھلاڑی بنیں گے۔

ڈچ کھلاڑیوں کی خوبی یہ ہے کہ وہ اچھا کھیلنے کے ساتھ ساتھ محبت اور دوستی کے سفیر بھی بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ اچھائی ان چھوٹے چھوٹے ڈچ کھلاڑیوں میں بھی نظر

ہالینڈ کی ۱۴ سال تک کی عمر کے کھلاڑیوں کا گروپ فوٹو

آتی۔ وہ جس سے ملتے بات شروع کرنے سے پہلے السلام علیکم کہتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کو ہماری تہذیب اور ہماری روایات کا اچھا خاصا علم ہے۔ اپنی اس خوبی کی وجہ سے انھوں نے خاصی مقبولیت حاصل کر لی اور آخری میچ میں کراچی کے اسکولوں کے دس ہزار بچّے ان کا کھیل دیکھنے آئے۔

ہالینڈ کی نوعمروں کی ہاکی ٹیم نے تربیتی دورے کے لیے پاکستان کا انتخاب اس لیے کیا کہ یہ چیمپئن کھلاڑیوں کا گھر ہے۔ پاکستان اس وقت ورلڈ کپ کا، اولمپک کا اور ایشیا کا چیمپئن ہے۔ ڈچ کھلاڑی یہ سوچ کر پاکستان آتے ہیں کہ پاکستانی کھلاڑیوں سے کھیل کر ان کے کھیل کا معیار بلند ہوگا۔ ان کا یہ سوچنا غلط بھی نہیں ہے۔

ہاکی ہالینڈ کے مقبول کھیلوں میں سے ہے۔ وہاں ہر عمر کے مرد عورت لڑکے لڑکیاں ہاکی کھیلتی ہیں۔ وہاں ایسے کھلاڑیوں کی تعداد لگ بھگ سوا لاکھ ہوگی، جو تین سو کلبوں کی

طرف سے کھیلتے ہیں۔ آپ کو حیرت ہو گی کہ وہاں لڑکے لڑکیاں آٹھ سال کی عمر سے ہاکی کھیلنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس مقصد سے ان کو خصوصی تربیت دی جاتی ہے۔ شروع میں وہ چھے کھلاڑیوں کی ٹیم بنا کر کھیلتے ہیں۔ جب ٹیم چھے کھلاڑیوں کی ہو تو گراؤنڈ عام سائز کا ایک چوتھائی ہوتا ہے۔ ایسے میچ خاص طور پر ان مہینوں میں کھیلے جاتے ہیں، جن میں برف باری اور سردی کی وجہ سے آؤٹ ڈور میچ کھیلنا ممکن نہیں ہوتا۔

ہالینڈ میں ہاکی کچھ اس طرح کھیلی جاتی ہے کہ دس سے گیارہ سال تک کے بچّے "ڈی یوتھ لیگ"، بارہ سے تیرہ سال تک کے لڑکے "سی لیگ"، چودہ پندرہ سال کی عمر کے لڑکے "بی لیگ" اور سولہ سترہ سال کی عمر کے لڑکیاں لڑکے "اے لیگ" کھیلتے ہیں۔

ہالینڈ ہاکی کے چھے ضلعوں میں بٹا ہوا ہے، جہاں اپنے اپنے مقابلے ہوتے ہیں۔ سیزن کے اختتام پر نیشنل یوتھ چیمپئن شپ ہوتی ہے، جن میں چھے ضلعوں کی مختلف عمر کی ٹیمیں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتی ہیں۔

ہالینڈ میں ہاکی کھیلنے کے شوقینوں کو "چُھٹپن" سے جس عمدگی کے ساتھ منظم کیا جاتا ہے، اُس کا اندازہ اُن لوگوں کو ہو گیا ہو گا جنھوں نے ۱۴ سال سے کم عمر ڈچ ہاکی ٹیم کو کھیلتے دیکھا ہے۔ یہ ٹیم اچھے تجربے سے مالا مال ہو کر خوش گوار تاثرات لے کر وطن واپس گئی ہے۔

قصّہ اژدہا پکڑنے کا

(کہانیاں)

کتاب جس کو نیشنل بک کونسل پاکستان نے ۱۹۷۷ء کا پہلا انعام دیا

عام لوگ اژدہے کا نام سن کر کانپ اٹھتے ہیں، لیکن ایسے لوگ بھی ہیں جن کا مشغلہ اژدہے پکڑنا ہے۔ اس کتاب میں آپ ایک ایسے ہی نڈر شخص کی کہانی پڑھیں گے۔ یہ اور بہت سی دوسری دلچسپ اور حیران کن باتیں آپ کو اس کتاب کی آٹھ کہانیوں میں ملیں گی۔

قیمت ۵۰/۲ روپے

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد

کراچی ۱۸

جوتے کا کمال

مہر وز اقبال

میں اپنے گھر کے باہر کھڑا ہرے رنگ کے بڑے سے ٹریکٹر کو دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ یہ ابّا آج ہی خرید کر لائے تھے۔ گاؤں بھر میں صرف ہمارے ہی پاس سب سے پہلے یہ بے بیلوں کا مشینی ہل آیا تھا۔ ابا مجھے اس کی سیر کرانے لے جا رہے تھے۔

اچانک میری نظر جمّن بابا پر پڑی جو لنگڑاتا ہوا ایک طرف کو جا رہا تھا۔ ٹریکٹر سے توجہ ہٹا کر میں نے چلّانا شروع کر دیا، "لنگڑے چاچا چاول کھاجا" "لنگڑے چاچا چاول کھاجا"۔ جمّن بابا نے میری طرف پلٹ کر دیکھا تک نہیں۔ ویسے یہ فقرے گاؤں کے سب ہی لڑکے اس لنگڑے بوڑھے پر کستے تھے، لیکن اس بے چارے نے نہ تو کبھی کسی لڑکے کو ڈانٹا اور نہ کبھی کسی لڑکے کے ماں باپ سے شکایت کی۔ میں اپنی دُھن کا پکّا تھا۔ جی میں ٹھان لی کہ جب تک جمن بابا نظروں سے اوجھل نہیں ہو جاتا میں یہی فقرے دہراتا رہوں گا۔

اچانک میرے دائیں گال پر چٹاخ چٹاخ دو چانٹے پڑے۔ میرا سر پہیّے کی طرح گھوم کر رہ گیا۔ مُڑ کر دیکھا تو ابّا کی لال پیلی آنکھوں سے ملاقات ہوئی۔ ایک گرج دار آواز نے کانوں کے پردے چاک کر دیے، "خبردار، جو آیندہ کسی معذور پر آواز کسی۔" میں سہم گیا۔ غلطی میری ہی تھی۔ شرم سے میری نظریں زمین پر گڑ گئیں۔ ابّا دوڑتے ہوئے جمّن بابا کے پاس گئے۔ میری طرف سے معافی مانگی اور اپنے نئے جوتے اُتار کر انھیں زبردستی پہنائے اور ان کے پھٹے پُرانے جوتوں کو ایک طرف پھینک کر گھر آگئے۔ چچا راشد کے پرانے جوتے جو سائز میں کچھ بڑے تھے خود پہن لیے۔ مجھے ابّا کی یہ بات عجیب معلوم ہوئی، لیکن میں نے دیکھا جُمّن بابا نئے جوتوں میں بڑے مزے سے چلے جا رہے ہیں اور پاؤں میں پہلے کی طرح زیادہ لنگ بھی نہیں ہے۔

"آؤ بیٹا، سیر کو چلیں۔" ابّا ٹریکٹر میں سوار ہوتے ہوئے اس طرح بولے جیسے کچھ

ہوا ہی نہیں۔ میں خوشی خوشی ان کے برابر جا کر بیٹھ گیا اور ٹریکٹر چھک چھک کرتا روانہ ہوا۔ میں ابّا کے چانٹوں کو بالکل بھول گیا تھا اور میرے چہرے پر فخریہ مسکراہٹ کھل اٹھی تھی۔ کھیتوں سے گزر کر اب ہمارا ٹریکٹر ایک کچّی سڑک کا دِل دِہلا رہا تھا۔ ابّا کا پروگرام گاؤں کے آس پاس والے تمام کھیتوں کا چکّر لگا کر واپس آنے کا تھا۔

ابھی ہمارا نیا ٹریکٹر چھک چھک کرتا بڑی شان سے رواں دواں ہی تھا کہ سورج اپنی کرنوں کو سمیٹتا ہوا مغرب میں جا چھپا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں دُور دُور تک اندھیرا پھیل گیا، چوں کہ ٹریکٹر میں لائٹیں نہیں تھیں اس لیے ابّا نے ایک بڑی ٹارچ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، "اس کی روشنی سامنے کی طرف پھینکو۔" میں فوراً ابّا کا حکم بجالایا اور ٹارچ سے سامنے کی طرف روشنی کرنے لگا۔ اب ہم پہاڑی کے قریب پہنچ چکے تھے۔ اچانک ٹریکٹر کا پہیّا کسی پتّھر سے ٹکرایا۔ ایک زور کا جھٹکا لگا اور میرے ہاتھ سے ٹارچ چھوٹ کر زمین پر گِر گئی۔ جیسے ہی ابّا نے ٹریکٹر روکا میں بلّی کی طرح نیچے کُود پڑا اور ٹارچ کی طرف لپکا۔ میں نے دیکھا کہ پچھلا پہیّا نرم مٹّی میں دھنس گیا تھا۔ ابّا ٹریکٹر کو سڑک پر لانے کی جتنی کوشش کرتے وہ اتنا ہی مٹّی میں دھنستا چلا جاتا۔ میں نیچے سے ٹارچ کی روشنی میں ابّا کا خوف زدہ چہرہ بآسانی دیکھ سکتا تھا۔ انھوں نے اپنی پوری طاقت ٹریکٹر کو سڑک پر لانے میں صرف کر رکھی تھی، لیکن ٹریکٹر ایک طرف جُھکتا چلا گیا اور آخر ایک پلٹی کھا کر کھڈّے میں جا گِرا۔

"ابّا!" میرے منھ سے بے ساختہ چیخ نکل گئی۔ چند لمحے کے لیے میں بُت بنا اپنی جگہ کھڑا رہا، پھر اچانک مجھ میں زندگی آگئی۔ کپکپاتی ٹانگوں کے ساتھ ٹارچ کی روشنی میں آگے بڑھا اور گڑھے کے کنارے جا کر زور سے چلّایا، "ابّا!"

"ہاں بیٹا، میں ٹھیک ہوں۔" ابّا کے جواب سے میرے جسم میں جان آئی، "کیا تم مجھے کسی طرح باہر نکال سکتے ہو بیٹے؟" اس سوال نے مجھے گویا دَل دَل میں گھسیٹ لیا بھلا ایک بارہ سال کا لڑکا ایک چالیس سالہ آدمی کو گڑھے سے کسی طرح نکال سکتا ہے۔ ابّا بھی اسے اچھی طرح سمجھتے تھے، لیکن ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کافی ہوتا ہے۔ اس جگہ سے قریب ترین گھر راجو کسان کا تھا۔ "ابّا، میں ابھی ایک منٹ میں آیا۔" یہ کہہ کر میں نے راجو کسان کے گھر کی طرف

سرپٹ دوڑنا شروع کر دیا۔ "راجو چاچا! راجو چاچا!" میں باہر ہی سے چلّایا، لیکن راجو کسان گھر پر نہیں تھا۔ اس کی بیوی نے بتایا کہ وہ شہر گیا ہوا ہے اور معلوم نہیں کب لوٹے۔ میں اور پریشان ہو گیا۔ پاگلوں کی طرح ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ جیسے مجھے کسان کی بیوی پر یقین نہیں آ رہا ہو اور راجو کسان گھر میں چُھپا بیٹھا ہو۔ میری نظر ایک لمبی اور مضبوط رسّی پر پڑی، میں نے فوراً اسے جھپٹ لیا اور کسان کی بیوی کی پروا کیے بغیر وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔

حادثے کی جگہ پہنچ کر میں نے رسّی کا ایک سرا ایک مضبوط درخت کے تنے سے باندھا اور دوسرا گڑھے میں ابّا کی طرف پھینک کر چلّایا۔ "ابّا، کیا آپ رسّی پکڑ کر اوپر چڑھ سکتے ہیں؟"

"کوشش کر کے دیکھتا ہوں بیٹا۔" اور چند ہی منٹ میں ابّا ہانپتے کانپتے باہر نکل آئے۔ وہ لنگڑا رہے تھے اور ان کے پاؤں کا ایک جوتا غائب تھا۔ ابھی ہم سوچ ہی رہے تھے کہ گھر کس طرح جائیں کہ کھڑکھڑ کرتی ہوئی ایک گدھا گاڑی کی آواز سنائی دی۔ یہ گدھا گاڑی راجو کسان کی تھی۔ میں نے جلدی جلدی اسے سارا واقعہ سُنایا۔ اس نے ابّا کو سہارا دے کر گاڑی میں گھاس کی نرم نرم تہوں پر لِٹا دیا۔ میں بھی اُچک کر اس میں سوار ہو گیا۔

جب گھر پہنچے تو گاؤں کے لوگ جمع ہو چکے تھے۔ ابّا کے ہاتھ پاؤں اور سَر میں معمولی زخم آئے تھے۔ انھوں نے بتایا جب ٹریکٹر کھڈے میں گرنے لگا تو وہ پھرتی سے کُود گئے تھے۔ یہ ایک معجزہ تھا کہ ٹریکٹر کٹی سیکنڈ جھاڑیوں میں اٹکا رہا۔ اسی اثنا میں ابا ایک محفوظ جگہ پر کھڑے ہو گئے ورنہ وہ ٹریکٹر کے نیچے آ جاتے۔ البتہ ابّا کا سیدھا پاؤں پچھلے پہیے کے قریب دو پیوروں کے درمیان پھنس گیا تھا اور اگر ابّا کا پاؤں جوتے سے نہ نکلتا تو ان کا پاؤں ٹخنے سمیت کٹ چکا ہوتا۔ ابّا راشد چچا کا ڈھیلا ڈھیلا جوتا پہنے ہوئے تھے، اس لیے جوتا تو پہیے میں پھنس گیا، لیکن پاؤں باہر نکل آیا۔

مستقل پڑھنے والوں کے لیے ایک تحفہ

ہمدرد نونہال کے ہزاروں پڑھنے والے ایسے ہیں جو برسوں سے پابندی کے ساتھ رسالہ خرید کر پڑھتے ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہم اُن کے لیے ہر ماہ عُمدہ عُمدہ کہانیوں، معلومات اور تفریحات کا گُلدستہ پیش کرتے ہیں، لیکن اب فیصلہ کیا گیا ہے کہ ہمارے ایسے مُستقل دوستوں کو کوئی تحفہ بھی پیش کیا جائے۔

جنوری ۸۵ء سے رسالے میں ایک کوپن لگایا جا رہا ہے۔ یہ تعلیمی تحفے کا کوپن ہے اور ہر مہینے لگایا جائے گا۔ اس کوپن کی صفائی سے خانہ پُری کیجیے اور کاٹ کر اپنے پاس محفوظ رکھ لیجیے۔ جب بارہ کوپن ہو جائیں تو آپ احتیاط سے ہمیں بھیج دیجیے۔ ہم آپ کو مندرجہ ذیل مُفید و دل چسپ کتابوں میں سے جو کتاب آپ کو پسند ہوگی وہ بھیج دیں گے:۔

(۱) جاگو جگاؤ، از حکیم محمد سعید (۲) غذائیں دوائیں (۳) چند مشہور طبیب اور سائنس داں (۴) سُنہرے اصول، از حکیم محمد سعید (۵) صحّت کی الف بے، از مسعود احمد برکاتی (۶) ننھا سیّاح، از محمد زکریا مائل۔

ان میں سے جو کتاب بھی آپ کو پسند ہو اُس کا نام کوپنوں میں لکھ دیجیے۔ بارہ کوپنوں میں سے ہر کوپن کی خانہ پُری کیجیے تاکہ کوئی دُوسرا اُن سے فائدہ نہ اُٹھا سکے۔

اس کے علاوہ یہ فیصلہ بھی کیا گیا ہے کہ بارہ کوپن جمع کر کے بھیجنے والے اگر ہمدرد فاؤنڈیشن پریس کی شائع کردہ کتابیں خریدنا چاہیں تو اُن سے ۲۵ فی صد قیمت کم لی جائے۔

مارچ ۱۹۸۵ء

کوپن علمی تحفہ

میں ہمدرد نونہال مُستقل پڑھنے اور خریدنے والا/والی ہوں اور بارہ کوپن جمع کر کے بھیج رہا/رہی ہوں۔ مہربانی کر کے مجھے مندرجہ ذیل کتاب علمی تحفے کے طور پر بھیج دیجیے۔

نام کتاب: ____________________

نام: __________ عُمر: ____ تعلیم: __________

پتا: ____________________

____

نیشنل بینک
آف
پاکستان

نے نفع نقصان کے کھاتوں پر جو منافع تقسیم
کیا ہے وہ دوسرے پاکستانی بینکوں سے زیادہ ہے۔
ہم صمیمِ قلب سے ربِّ ذوالجلال کے حضور
احساسِ تشکر سے سجدہ ریز ہیں کہ اسلامی
بینکاری کے دوسرے دَور میں اس کی کرم نوازی
نے ہمیں یہ افتخار بخشا۔

شرح منافع فیصد — جولائی تا دسمبر ۱۹۸۴ء

سیونگ	۶ ماہ	۱ سال	۲ سال	۳ سال	۴ سال	۵ سال
۹.۰۰	۱۱.۴۰	۱۲.۶۰	۱۳.۲۰	۱۴.۱۰	۱۴.۷۰	۱۵.۲۰

۷ دن اور ۳۰ دن کے نوٹس کھاتوں پر بالترتیب
۶٫۶۰ اور ۶٫۸۰ منافع دیا گیا۔

نیشنل بینک آف پاکستان قومی ترقی قومی بینک

PID(i) UNITED

مُسکراتے رہو

● ایک صاحب کا جوتا تنگ تھا، چلنے میں تکلیف ہو رہی تھی۔ کسی نے پوچھا "جوتا کہاں سے لیا ہے؟" جلے بھُنے تو تھے ہی۔ بولے، "درخت سے توڑا ہے۔"

دوسرا بولا، "بڑی جلدی کی آپ نے، ایک ہفتہ ٹھہر جاتے تو جوتا پورے ناپ کا ہو جاتا۔"

مرسلہ: افتخار احمد، کراچی

● ایک دوست (دوسرے سے) کہتے ہیں میرے گانے سے پانی کھولنے لگتا ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟

دوسرا دوست: ہو سکتا ہے۔ خون کھولتا ہوا تو خود کئی بار مجھے محسوس ہوا ہے۔

مرسلہ: محمد مبشر، لاہور

● منّا: (باجی سے) "بارش کا پانی کہاں جاتا ہے؟"

باجی: (جو پہلے ہی غصے میں بیٹھی تھیں) "میرے سر میں۔"

منّا: (معصومیت سے) "تب ہی آپ کی ناک بہتی رہتی ہے۔"

مرسلہ: سہیل کوثر، طرابلس، لیبیا

● ایک اداکار اپنے دوستوں کے جھُرمٹ میں بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا، "کل رات اسٹیج پر میری اداکاری دیکھ کر لوگوں کے منھ کھُلے کے کھُلے رہ گئے۔"

ایک دوست بولا، "ناممکن۔ اتنے سارے لوگ ایک ہی وقت میں کیسے جماہی لے سکتے ہیں۔"

مرسلہ: محمد سلیم بھٹی، سکھر

● ایک بچّی جب پہلے دن اسکول سے واپس آئی تو اس نے اپنی امی سے کہا:

"میں اپنا وقت برباد کر رہی ہوں۔"

امی: "وہ کیسے؟"

بچّی: "نہ مجھے پڑھنا آتا ہے، نہ لکھنا آتا ہے اور اسکول والے مجھے کھیلنے بھی نہیں دیتے۔"

● شوہر نے مرنے سے پہلے بیوی کو وصیّت کرتے ہوئے کہا، "دیکھو، میری دُکان عمران کو دے دینا۔"

بیوی: "میرے خیال میں تو دُکان عارف کے لیے ٹھیک رہے گی۔"

شوہر: "اچھا تو پھر میری گاڑی عمران کو دے دینا۔"
بیوی: "نہیں، اس گاڑی کی علی کو زیادہ ضرورت ہے۔"
شوہر (جھلاکر) "مر میں رہا ہوں یا تم؟"
مرسلہ: ناعمہ عامر، کراچی

● ایک انگریز اپنی شہریت کے کاغذات کی کارروائی مکمل کرنے کے لیے عدالت میں پہنچا۔ جج نے پوچھا،
"تم کہاں رہتے ہو؟"
"کون میں؟"
"ہاں تم۔"
"ڈیلسی اسٹریٹ میں۔"
"کیا کام کرتے ہو؟"
"کون میں؟"
"ہاں تم۔"
"میں درزی ہوں۔"
"تمھاری عمر کیا ہے؟"
"کس کی، میری؟"
"نہیں میری۔" جج نے چڑ کر کہا۔
"جج صاحب، میرے خیال میں آپ کی عمر پچاس پچپن کے درمیان ہوگی۔"

● ایک مقدمے کے دوران دو وکیلوں نے آپس میں لڑنا شروع کر دیا۔ ایک بولا، "اس دنیا میں تم جیسا بے وقوف اور کوئی نہیں ہوگا۔" دوسرے نے طیش میں آکر جواب دیا، "تم سے زیادہ بد تمیز اور گھٹیا انسان بھی کوئی اور نہیں ہوگا۔" جج نے فوراً کہا، "آرڈر! آرڈر! تمھیں احساس نہیں کہ میں بھی یہاں موجود ہوں۔"
مرسلہ: تنظیم فاطمہ، کراچی

● یہ قصہ اُن دنوں کا ہے جب برصغیر پر انگریزوں کی حکومت تھی۔ بہت سے انگریز افسر ہندستان میں رہا کرتے تھے۔ ایسے ہی ایک انگریز نے اپنے دوست سے پوچھا،
"میں کیا کروں؟ میرا ہندستانی ملازم انگریزی نہیں جانتا۔ میں اس سے کہتا ہوں کہ "دروازہ کھولو" یا "بند کرو" مگر وہ بے وقوفوں کی طرح دیکھتا رہتا ہے۔"
اس کے دوست نے کچھ سوچ کر کہا، "یہ تو بہت آسان ہے۔ اگر دروازہ بند کروانا ہو تو کہا کرو:
THERE WAS A BANKER
اور کھلوانا ہو تو یوں کہو: COLD DAY
مرسلہ: احمد افضال، کراچی

● لڑکا: (فقیر سے) "تم بھیک کیوں مانگتے ہو؟"
فقیر: تاکہ سخی اور کنجوس کا پتا چل سکے۔"

● بچہ: (دُکان دار سے) اس پنسل کی کیا قیمت ہے؟"
دُکان دار: کون سی؟"
بچہ: یہ چار آنے والی۔
مرسلہ: آسیہ نازلی، واہ چھاؤنی

●

سلسلہ ۲۲۷

معلوماتِ عامّہ

اس بار بھی سوالات کی تعداد بارہ ہے۔ دس یا زیادہ صحیح جوابات والوں کی تصویریں شائع کی جائیں گی۔ تصویریں نہ ہوئیں تو ان کے نام اور صحیح جوابات والوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ جوابات ۱۵۔مارچ ۱۹۸۵ء تک بھیج دیجیے۔ جوابات کے کاغذ پر نیچے اپنے نام اور پتے کے علاوہ کچھ نہ لکھیے۔ تصویر کے نیچے بھی اپنا نام اور شہر یا گاؤں کا نام صاف صاف لکھیے۔ نام پتا جوابات کے پیچھے نہیں نیچے لکھیے۔ پتا لفافے پر بھی نہ لکھیے۔

۱ - ایک مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے کا ثواب عمرہ کے ثواب کے برابر ہے۔ مسجد کا نام بتائیے۔

۲ - تاریخِ اسلام کی پہلی شہید خاتون کا نام آپ کو معلوم ہے؟

۳ - تحریکِ پاکستان پر "پاکستان ناگزیر تھا" ایک بہت اچھی کتاب ہے، اس کے مصنّف کا نام بتائیے!

۴ - پاکستان میں معیاری وقت (اسٹینڈرڈ ٹائم) کا نفاذ کب عمل میں آیا تھا؟

۵ - پاکستان میں چوتھے مارشل لا کا نفاذ جنرل محمد ضیاء الحق نے کس تاریخ کو کیا تھا؟

۶ - اسلامی سربراہ کانفرنس لاہور کے لیے ترانہ کس مشہور شاعر نے لکھا تھا؟

۷ - شہیدِ ملّت لیاقت علی خان کے آخری الفاظ آپ کو یاد ہونے چاہییں۔ بتائیے کیا تھے؟

۸ - پاکستان کے واحد فیلڈ مارشل کا پورا نام بتائیے۔

۹ - پاکستان کے اس صدر کا نام بتائیے جس نے پہلی بار اردو زبان میں حلف اٹھایا تھا۔

۱۰ - سب سے زیادہ انڈے دینے والا جانور کون سا ہے؟

۱۱ - لفظ "انسائکلوپیڈیا" کا اردو میں آپ کیا ترجمہ کریں گے؟

۱۲ - پاکستان نے کرکٹ کا سب سے پہلا ٹیسٹ میچ کس ملک کے خلاف کھیلا تھا؟

اس شمارے کے مشکل الفاظ

نونہالوں کی خواہش پر ہر لفظ کے سامنے اُس زبان کا اشارہ بھی لکھا جا رہا ہے جس سے وہ لفظ اُردو میں آیا ہے۔ یہ اِشارے اس طرح لکھے ہوں گے:

ع = عربی، ف = فارسی، ہ = ہندی، س = سنسکرت، ت = ترکی، انگ = انگریزی، ا = اردو

تدارک :(ع) تَ دا رُکْ : ایسا انتظام جس سے کسی ناجائز فعل کا انسداد ہو، بدلا۔

اُفتاں وخیزاں :(ف) اُفْ تا دُ خِ زاں : گرتے پڑتے، بڑی بری حالت میں۔

دانست :(ف) دَا نِسْ تْ : واقفیت، شناخت، سمجھ۔

مصالحت :(ع) مُصَا لِحَتْ : آپس میں صلح کرنا، میل میلاپ

ترجیح :(ع) تَرْ جِیح : فوقیت، فضیلت، اولیت۔

مصاحب :(ع) مُصَا حِبْ : ساتھی، خاص دوست، رفیق۔

معجزہ :(ع) مُعْ جِ زَہْ : وہ کام جو انسانی طاقت سے باہر ہو، اعجاز۔

مناظر :(ع) مَنَا ظِرْ : منظر کی جگہ، سماں۔

ساجھی :(ہ) سا جھی : شریک، حصے دار، ساتھی۔

نادر :(ع) نَا دِ رْ : کم یاب، تھوڑی شے، عمدہ، عجیب۔

آماج گاہ :(ف) آ ماج گا ہْ : نشانے کی جگہ۔

نجات دہندہ :(ع) نَجات دِہَندَہ : نجات دلانے والا، رہائی دلانے والا۔

نجابت :(ع) نَجَا بَتْ : شرافت۔

یا پکڑنا۔

حباب :(ع) حُ بَا بْ : پانی کا بلبلا۔ ایک زیور کا نام جو ہاتھ میں پہنا جاتا ہے۔

خاصا :(ا) خَا صَا : امرا اور سلاطین کا کھانا، امرا کی سواری کا گھوڑا، خوب، مناسب، موزوں۔

گرویدہ :(ف) گِرْ وِی دَہْ : کسی کی محبت کو دل میں جگہ دینا، فریفتہ، مائل۔

تسلط :(ع) تَسَلْ لُطْ : غلبہ، حکومت، قبضہ، دخل۔

عاجل :(ع) عَا جِلْ : جلدباز

تقویت :(ع) تَقْ وِ یَتْ : قوت، طاقت، زور، مدد، تسکین، تسلی

فاتحین :(ع) فاتِ حِینْ : فاتح کی جمع، فتح کرنے والا۔

خصائص :(ع) خَصَا اِصْ : خاصیتیں، عادتیں

مُضر :(ع) مُ ضِر : ضرر پہنچانے والا، غیر مفید۔

مُعلّق :(ع) مُعَلْ لَقْ : آویزاں، لٹکا ہوا۔

مستزاد :(ع) مُسْ تَزَ اذْ : بڑھایا گیا، زیادہ کیا گیا، اضافہ۔

بعض نونہال دوسرے شاعروں کی نظم نقل کر کے بھیج دیتے ہیں۔ یہ بات اچھی نہیں ہے۔ ہم ایک ترکیب بتاتے ہیں۔ جو نظم آپ کو پسند آئے، اس کو نقل کر کے ہمیں بھیج دیجیے، لیکن جس شاعر کی نظم ہے اس کا نام اور جس رسالے یا کتاب سے نقل کی ہے اس کا نام بھی لکھ دیجیے۔ ہم آپ کا نام بھی لفظ مرسلہ کے ساتھ شائع کر دیں گے۔ اس طرح آپ کی بدنامی بھی نہیں ہوگی، لیکن زیادہ اچھی بات یہ ہے کہ آپ خود لکھنے کی کوشش کریں۔

حمد

مرسلہ: فضل ربی راہی، مینگورہ

یارب سب سے عالی تُو ہے
سارے جگ کا والی تُو ہے

برتر تُو ہے اکمل تُو ہے
سارے جہاں سے افضل تُو ہے

یارب تُو ہے سب سے اعلا
اونچی شان و عظمت والا

سارا جہاں ہے روشن تجھ سے
مہکا ہر اک گلشن تجھ سے

نعت

مرسلہ: عنبر انیس، کراچی

اے رحمتِ دو عالم، سلطان انبیا کے
ہم کو بھی بخشوا دو صدقے میں فاطمہ کے

طوفان میں ہے کشتی اور دُور ہے کنارا
ہم اک طرف کھڑے ہیں بے آس بے سہارا
ہم پر بھی اک نظر ہو محبوب تم خدا کے
اے رحمتِ دو عالم، سلطان انبیا کے

اے رحمتِ دو عالم، سلطان انبیا کے
ہم کو بھی بخشوا دو صدقے میں فاطمہ کے

نونہالوں میں بہت مقبول ہے نونہال

جمیل احمد خان، کراچی

ہمدرد نونہال پاکستان کے نونہالوں میں کل بھی مقبول تھا اور آج تو اس کی مقبولیت بامِ عروج پر پہنچی ہوئی ہے۔ ۱۹۸۴ء میں نونہالوں نے مستقل سلسلوں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا ہے۔ مارچ، ستمبر، اکتوبر، اور نومبر ۸۴ء کے علاوہ تمام شماروں کی ابتدا "بسم اللہ" سے ہوئی۔ جناب حکیم محمد سعید کا اداریہ بہ عنوان جاگو جگاؤ سال کے بارہ مہینے شائع ہوا۔ جب کہ برکاتی صاحب کی پہلی بات سال میں سات مہینے شائع ہوسکی۔ خیال کے پھول میں اقوال کی تعداد ۱۴۱ رہی۔ طب کی روشنی میں ۱۰۹ سوالات کے جوابات دیے گئے۔ "تحفے" کا کالم بچّوں بڑوں میں یکساں مقبول ہے، اس کالم میں مسکراتے جملوں، عظیم اقوال، انوکھے نکات اور دل چسپ تحریروں کی مجموعی تعداد ۱۸۵ رہی۔ حیرت انگیز واقعات اور ایجادات پر مشتمل اخبار نونہال میں خبروں کی تعداد ۱۶۶ تھی۔ نونہال مصوّر میں نونہالوں کی بنائی ہوئی تصاویر کی تعداد ۷۵ رہی۔ ۳۱۲ بچّوں کی تصویریں "صحت مند نونہال" میں شائع ہوئیں۔ "ہنسو بچو ہنسو" اس کالم میں بچّوں کے ارسال کردہ لطیفے شائع کیے جاتے ہیں۔ جنوری ۸۴ء میں اس کا نام "مسکراتے رہو" رکھا گیا۔ ۸۴ء میں لطیفوں کی تعداد ۱۶۱ رہی۔ نونہالوں کے خطوط اور اُن کے جوابات پر مشتمل بزمِ نونہال کا نام تبدیل کر کے جنوری ۸۴ء میں خط ہی خط رکھا گیا، لیکن نونہالوں نے اس عنوان کو پسند نہیں کیا اور پچھلا عنوان دوبارہ جاری کرنے پر اصرار کیا لہٰذا مئی ۸۴ء سے بزمِ نونہال عنوان جاری کر دیا گیا اور ہمدرد نونہال نے جمہوریت پسند ہونے کا ثبوت دیا۔ اس بزم میں ۱۰۷ نونہالوں کے خطوط شائع ہوئے۔ اس میں سے ۲۲۳ نونہالوں کے خطوط کے جوابات برکاتی صاحب نے دیے۔ ۹۵۶ نونہالوں کے صرف نام جگہ کی کمی کے باعث شائع ہوسکے۔ ہمدرد انسائکلوپیڈیا میں ۱۲۵ سوالوں کے جوابات جناب علی ناصر زیدی نے دیے۔ یہ مفید سلسلہ نومبر ۸۴ء کے شمارے میں شامل نہیں ہوسکا تھا۔ نونہال میں بہت سے ایسے الفاظ شامل ہوتے ہیں جن کا مطلب ہمیں معلوم نہیں ہوتا اس مشکل کو حل کرنے کے لیے ایک سلسلہ موجود ہے جس کا عنوان ہے "اس شمارے کے مشکل الفاظ" ۸۴ء میں ۳۰۹ مشکل الفاظ اپنے معنی سمیت شائع ہوئے۔ نونہال ادیب میں حمد و نعت اور نظموں کی مجموعی تعداد ۹۴ رہی، جب کہ نونہالوں کے تحریر کردہ انشائیوں، مضامین، مزاحیہ مضامین اور دل چسپ کہانیوں کی تعداد ۱۷۶ رہی۔ ۱۷ نقل شدہ تحریریں شائع ہوئیں۔ جن کے بھیجنے والوں کا نام "ہمدرد نونہال" سے ایک سال کے لیے خارج کر دیا گیا۔ ۸۴ء میں معلوماتِ عامہ کے تحت ۱۴۰ سوالات شائع ہوئے۔ دس صحیح جوابات بھیجنے والوں کی تعداد جن کے نام شائع ہوتے ۲۹۸ رہی۔ جب کہ معلوماتِ عامہ ۲۱۶، ۲۱۸، ۲۲۲ کے

تمام صحیح جوابات کوئی بھی نونہال نہیں بھیج سکا۔ ۱۶۵ نونہالوں کی تصویریں دس صحیح جوابات بھیجنے پر شائع کی گئیں۔ ۵۳۴ نونہالوں کے نو صحیح جوابات بھیجنے پر نام شائع کیے گئے۔ ۱۰ نونہالوں کی تصویریں نو صحیح جوابات بھیجنے پر شائع کی گئیں۔ آٹھ صحیح جوابات بھیجنے پر گیارہ نونہالوں کے نام شائع ہوئے۔ گزشتہ سال کی طرح ستمبر ۸۴ء میں بھی ایک خاص نمبر شائع کیا گیا۔ دوسری بہت سی مزے دار چیزوں کے علاوہ "بلاعنوان انعامی کہانی" اور "انعامی معلومات عامہ" شامل تھے۔ بلاعنوان کہانی اور انعامی معلومات عامہ کا حل نومبر ۸۴ء میں شائع کیا گیا۔ بلاعنوان کہانی کا درست عنوان "ایک معمولی سپاہی" پانچ نونہالوں نے بھیجا لہٰذا تین سو روپے کی رقم اُن میں تقسیم کر دی گئی۔ ۲۵۵ نونہالوں نے بھی اچھے عنوان بھیجے۔ اُن کے صرف نام شائع کیے گئے۔ "انعامی معلومات عامہ" کے تیس صحیح جوابات دو نونہالوں نے بھیجے۔ ۳۹۰ نونہالوں نے ۲۵ تا ۲۹ صحیح جوابات روانہ کیے تھے۔ اُن کے نام شائع کیے گئے۔ اتنے ہی سوالات کے جوابات بھیجنے والے دس نونہالوں کے نام دسمبر ۸۴ء میں شائع کیے گئے جو کہ غلطی سے نومبر ۸۴ء میں شائع ہونے سے رہ گئے تھے۔ ۱۱۷۰ نونہالوں نے ۱۶ تا ۲۴ صحیح جوابات روانہ کیے۔

اب آئیے کچھ سرورق کی بابت گفت گو ہو۔ سرورق پر شائع کی جانے والی تصاویر اُس وقت عمدہ معلوم ہوتی ہیں جب کہ وہ ایک ہی کلر اسکیم کا شکار نہ ہو گئی ہوں۔ ۱۹۸۴ء کا سب سے عمدہ سرورق دسمبر ۸۴ء کا تھا۔ دوسرے نمبر کا سرورق فروری ۸۴ء کا ہے۔ جنوری ۸۵ء سے ہمدرد نونہال کی قیمت میں ایک روپے کا اضافہ کیا جا رہا ہے۔ آج کے دور میں بچوں کے دوسرے رسالوں کی قیمت پانچ چھے روپے سے کم نہیں ہے اس طرح "ہمدرد نونہال" کی قیمت ۴ روپے ہو کر بھی دوسرے رسالوں سے کم رہی۔ بہت سے بچے ہمدرد نونہال خریدتے تو بڑے شوق سے ہیں لیکن وہ رسالہ پڑھنے کے بعد اِدھر اُدھر پھینک دیتے ہیں یا پھر اُسے ردّی پیپر والے کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں اس طرح رسالے میں شامل مذہبی معلومات کی بے ادبی ہوتی ہے۔ اگر وہ رسالہ پڑھنے کے بعد اپنے اُن دوستوں کو دے دیں جو کہ ہمدرد نونہال خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے تو اس طرح وہ ایک بھلائی کا کام کریں گے۔

آج کل ہمدرد نونہال سے متعلق یہ شکایت عام ہے کہ کہانیوں میں شامل تصویروں کا معیار گر گیا ہے۔ پھر بھی مدیر اعلا صاحب توجہ نہیں فرماتے۔ نومبر ۸۴ء میں جناب مناظر صدیقی کی کہانی حرص اور رحم میں جو تصاویر شامل تھیں وہ بہت عمدہ تھیں۔
ان تصاویر کے مصور جناب غلام عابدین صاحب سے میری گزارش ہو گی کہ وہ ذرا توجہ اور محنت سے تصویریں بنائیں، کیوں کہ وہ کافی اچھی تصویریں بناتے ہیں اور

مسعود احمد برکاتی صاحب سے عرض ہے کہ وہ مصوری کے شعبے کی طرف توجہ فرمائیں۔

ادھوری کہانی، بلا عنوان کہانی، مقابلہ مضمون نویسی اور حلقۂ دوستی کو دوبارہ جاری کیا جائے۔ نئے سال سے نئے سلسلے شروع کیے جائیں۔ امید ہے نونہالانِ وطن میری تجاویز کی حمایت کریں گے۔ اب نئے سال کی مبارک باد کے ساتھ مجھے اجازت دیجیے۔

پاک سرزمین

مرسلہ: محمد عارف طاہر قریشی، نواب شاہ

یہ پاک سرزمیں ہے پیارا وطن ہمارا
ہم پھول اس چمن کے یہ ہے چمن ہمارا
بخشی ہے اس کو حق نے دنیا میں خاص عزت
عظمت ملی ہے اس کو اسلام کی یہ دولت
یہ کہہ رہا ہے اس کے جھنڈے کا چاند تارا
مُسلم ہیں دین برحق اسلام ہے ہمارا
محنت سے اپنی اس کی عزت بڑھائیں گے ہم
ہمت سے اس کا پرچم اونچا اڑائیں گے ہم
اک بار پھر اُٹھیں گے قرآں کا نور لے کر
اس پاک روشنی سے چمکے گا پھر ہر اک گھر
پھر نیکیوں کے چشمے پھوٹیں گے اس زمیں سے
عزت ملے گی نسلِ آدم کو پھر یہیں سے
ہم ظالموں کے حق میں اللہ کا غضب ہیں
مظلوم ہو تو اس کی تسکین کا سبب ہیں
دین و وطن کی خاطر سب کچھ لٹائیں گے ہم
مولا کے راستے میں سر تک کٹائیں گے ہم

ہمارا قومی پرچم

شہباز احمد، کراچی

کپڑا اپنی جگہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا، لیکن جب اسی کپڑے کو ایک خاص رنگ اور خاص شکل دے دی جائے اور اس پرچم کو کسی قوم سے منسوب کر دیا جائے تو یہ کپڑا قومی پرچم کہلائے گا۔

قومی پرچم لہرانے کا حق صرف اور صرف زندہ اور آزاد قوموں کو ہے۔ جو قومیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوتی ہیں وہ تو اپنا پرچم رکھنے کے حق سے بھی محروم ہوتی ہیں۔ قومی پرچم کا احترام کرنا ہر فرد کے لیے لازم ہے۔ پرچم کے ادب کے لیے کھڑے ہونا چاہیے۔ پرچم چاہے کسی قوم کا ہو اس کا احترام لازم ہے کیوں کہ قومی پرچم بہرحال قومی پرچم ہے۔ پرچم کس نے بنایا یہ تو ہمیں نہیں معلوم، ہاں اتنا ضرور معلوم ہے کہ پرچم کیسے بنا۔ آئیے اس کی کہانی سناتے ہیں۔

ابتدا میں لوگ خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے تھے۔ انھیں جہاں کہیں سہولتیں نظر آتیں۔ وہ وہیں قیام کر لیتے۔ پھر ایک جگہ انھیں بہت سی سہولتیں مل گئیں۔ وہ دیکھتے کہ یہاں اتنی سہولتیں ہیں تو اپنا ٹھکانا مستقل طور پر یہیں بنا لیتے ہیں اور وہاں رہنے لگتے اور جب دوسرے لوگوں کو پتا چلا کہ انھیں اتنی سہولتیں حاصل ہیں تو

انھوں نے سوچا کہ کیوں نہ انھیں یہاں سے ہٹا کر خود قبضہ کر لیا جائے۔ یہ سوچ کر انھوں نے اُن پر چڑھائی کر دی اور اُن لوگوں کو اپنا غلام بنا لیا اور اپنی فتح کے نشان کے طور پر وہاں ایک بانس گاڑ دیا۔ جب دوسروں کو پتا چلا تو انھوں نے بھی سوچا کہ ہم اُن پر چڑھائی کر کے ان کی جگہ پر قبضہ کر لیں۔ چناں چہ انھوں نے بھی حملہ کر کے انھیں اپنا غلام بنا لیا اور اپنی فتح کے نشان کے طور پر بانس کے ساتھ ایک کپڑا بھی باندھ دیا۔ پھر دوسرے لوگ آئے اور انھوں نے اپنی فتح کا نشان اس طرح بنایا۔ ان کے بعد بھی ان سے طاقت ور لوگ آئے اور انھوں نے اپنا نشان اس طرح بنالیا۔ پھر اس کی شکل اس طرح ہو گئی اور آہستہ آہستہ اس کپڑے کو رنگ دے کر ایک خاص شکل دی جانے لگی اور یہ اس قوم کا پرچم کہلانے لگا۔

تو یہ ہے پرچم کی کہانی۔ ایک قوم کا پرچم اس قوم کے بارے میں پانچ باتیں بتاتا ہے:

(۱) آزادی (۲) مذہب (۳) آبادی (۴) خود مختاری (۵) روایات۔

ان پانچ چیزوں سے مل کر ایک قومی پرچم بنتا ہے۔ ہمارا بھی قومی پرچم ہے، جس پر ایک چاند ستارہ ہے۔ پرچم کا ایک چوتھائی حصہ سفید اور تین چوتھائی سبز ہے۔ ہمارے پرچم پر جو ستارہ ہے اس کے پانچ کونے ہیں۔ یہ چاند ہماری روایات کا امین ہے۔ پرچم کا تین چوتھائی حصہ سبز اس لیے ہے کہ پاکستان کی زیادہ آبادی مسلمان ہے۔ سبز رنگ مسلمانوں کا نشان ہے اور سفید رنگ یہ بتاتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی رہتے ہیں۔ سفید رنگ اقلیت کا نشان ہے۔

ہمارا پرچم لیاقت علی خاں نے ۱۱۔ اگست ۱۹۴۷ء کو پہلی بار دستور ساز اسمبلی میں منظوری کے لیے پیش کیا۔ اللہ ہمارے پرچم کو چاند تاروں کی طرح روشن اور ہمیشہ اونچا رکھے۔ آمین۔

بہن کے لیے دعا

مرسلہ: محمد نعیم طاہر، ضلع اٹک

میری پیاری بہنا سدا مسکرائے
کبھی غم نہ ہرگز تیرے پاس آئے

اندھیروں میں تُو چاندنی بن کے چمکے
ستاروں کی مانند تُو جھلملائے

زمانے سے تجھ کو نہ ہو کوئی شکوہ
زمانے کی گردش تجھے راس آئے

دعا ہے خدا تجھ کو خوشیاں دکھائے
تیرے سارے غم میں نے دل میں بسائے

ہے طاہر بھی آرزو، میری بہنا
دیئے شادمانی کے ہر دم جلائے

بام مچھلی کا شکاری

توقیر احمد شیخ، حیدر آباد

جاپان میں کسی دریا کے کنارے ایک بستی

آباد تھی۔ اس بستی میں ایک آدمی رہتا تھا، جس کا نام اوکاسا تھا۔ وہ بام مچھلی پکڑنے میں بڑا ماہر تھا۔ وہ جیسے ہی اپنا کانٹا پانی میں ڈالتا، بام مچھلی اس میں پھنس جاتی۔ وہ مچھلی لے کر گھر آتا، اسے پکاتا اور پھر چاولوں کے ساتھ مزے سے کھاتا۔ اسے بام مچھلیاں بہت اچھی لگتی تھیں۔

ایک روز اوکاسا دریا میں کانٹا ڈالے بیٹھا تھا کہ ایک دم اُسے ڈور پر دباؤ محسوس ہوا۔ اُس نے سوچا ضرور کوئی بہت بڑی بام مچھلی کانٹے میں پھنس گئی ہے۔ یہ سوچ کر وہ بہت خوش ہوا اور کانٹے کو کھینچنے لگا، لیکن جب بام پانی سے باہر آئی تو وہ حیران رہ گیا۔ اُس نے اتنی بڑی بام آج تک نہیں دیکھی تھی۔ اُس نے کانٹے کو پوری طاقت سے اپنی طرف کھینچا تو بام اُس کے سَر پر سے ہوتی ہوئی پیچھے ایک کھیت میں جا گری۔ اس کے ساتھ ہی کسی جانور کی چیخ سنائی دی۔

اوکاسا سوچنے لگا کیسی عجیب بات ہے، کیا اب مچھلیاں بھی چیخنے لگی ہیں، پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔ خیر دیکھوں تو سہی کہ یہ مچھلی کہاں جا کر گری ہے۔ یہ سوچ کر وہ اٹھا اور درختوں اور لمبی لمبی گھاس میں مچھلی کو تلاش کرنے لگا۔ اُس نے پتّھروں کے نیچے بھی دیکھا، لیکن مچھلی کہیں نظر نہ آئی۔ اُس نے دُور گھاس میں ایک موٹے سے جنگلی بکرے کو سوتے دیکھا۔ وہ ایک دم چوکنّا ہو گیا، کیوں کہ جنگلی بکرا بڑا ہی خطرناک ہوتا ہے۔ آدمی کو دیکھ کر فوراً حملہ کر دیتا ہے۔ اوکاسا پنجوں کے بل چلتا ہوا آگے بڑھا لیکن اچانک اس کا پاؤں پھسل گیا اور وہ دھم سے زمین پر گر پڑا اور کانپنے لگا کہ اب شامت آگئی۔ جنگلی بکرا جاگ گیا ہو گا اور وہ ایک دَم مجھ پر حملہ کر دے گا۔

مگر اُسے دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ اس بکرے نے کوئی حرکت نہ کی۔ اُس سے اُس کو کچھ حوصلہ ہوا۔ وہ اُٹھ کر بکرے کے قریب آیا اور دیکھا کہ بام مچھلی اس بکرے کی پیٹھ پر پڑی ہے اور جنگلی بکرا بڑے آرام سے پڑا ہوا ہے۔ پھر اُس نے اُن دونوں کے قریب جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ بام اور جنگلی بکرا دونوں مَرے پڑے ہیں۔

اوکاسا حیران ہو کر سوچنے لگا کہ یہ کیا بات ہوئی۔ میں نے صاف طور پر چیخنے کی آواز سنی تھی، لیکن پھر وہ ساری بات سمجھ گیا۔ بام مچھلی بکرے پر آ کر گری تو بکرے نے چیخ ماری اور مچھلی پانی سے باہر آنے کی وجہ سے مر گئی اور بکرا ڈر کے مارے مَر گیا۔ بام جب ہوا میں چکّر کھاتی ہوئی بکرے کے اوپر آ کر گری تو اس نے سمجھا ہو گا کہ پتا نہیں کیا چیز میرے اوپر گری ہے۔ اُس نے خوف سے چیخ ماری اور پھر مَر گیا۔

اب تو اوکاسا بہت خوش ہوا۔ جنگلی بکرے کا گوشت بڑا لذیذ ہوتا ہے۔ میں خوب مزے لے لے کے کھاؤں گا، لیکن پھر وہ سوچنے لگا، اتنے بڑے جانور

کو گھر کیسے لے جاؤں؟ قریب ہی چند بیلیں تھیں اد کاسا خوشی سے اُچھل پڑا اور کہنے لگا کہ آہا! یہ بیلیں میرے کام آئیں گی۔ میں بکرے کو ان بیلوں سے پیٹھ پر باندھ لوں گا اور گھر لے جاؤں گا۔

لیکن جب وہ بیلیں اُکھاڑنے لگا تو دیکھا کہ اُن کی جڑوں میں رتالو لگے ہوئے ہیں۔ وہ بہت خوش ہوا کہ یہ تو اور مزے کی بات ہے رتالو بڑے لذیذ ہوتے ہیں۔ میں انھیں گھر لے جاؤں گا، خوب مزے سے کھاؤں گا۔ پھر اُس نے اپنے آپ سے کہا کہ اب میرے پاس ایک بام مچھلی ہے، ایک جنگلی بکرا ہے اور بہت سارے رتالو ہیں لیکن کوئی ایسی چیز ہونی چاہیے کہ میں اس میں رتالو ڈال کر گھر لے جاؤں۔ ارے ہاں، یہ رہے سرکنڈے، میں ان سے کام لیتا ہوں۔

وہ سرکنڈے اکھاڑنے لگا۔ وہ سرکنڈے کو زور سے پکڑ کر کھینچتا تو وہ جڑ سے اکھڑ کے اس کے ہاتھ میں آجاتا۔ اس طرح اس نے کتنے ہی سرکنڈے اُکھاڑ لیے۔ آخر میں اُس نے ایک سرکنڈے کو پکڑ کر کھینچا تو اُس میں چوں چوں کی سی آواز آئی۔ وہ حیران ہو کر سوچنے لگا یہ کیسا سرکنڈا ہے جس کے پر بھی ہیں، لیکن یہ سرکنڈا نہیں تھا، یہ تو ایک خوب صورت اور موٹا سا تیتر تھا۔ اد کاسا نے کوئی حرکت نہ کی۔ اد کاسا نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا "واہ وا! تم تو بڑے پیارے تیتر ہو۔"

لیکن تیتر نے کوئی حرکت نہ کی۔ اد کاسا نے جب اسے سرکنڈا سمجھتے ہوئے کھینچا تھا تو اس نے بے خبری میں اس کی گردن مروڑ ڈالی تھی اور وہ مر گیا۔ اد کاسا کے پیروں کے پاس ہی تیتر کا ایک گھونسلا تھا جس میں تیرہ انڈے رکھے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر اد کاسا خوش ہو گیا۔

"آہا! اب میرے پاس ایک بام مچھلی ہے، ایک جنگلی بکرا ہے، بہت سے رتالو ہیں۔ ایک خوب صورت تیتر اور تیرہ انڈے ہیں۔ میں ان سب کو مزے لے کر کھاؤں گا، لیکن پھر وہ سوچنے لگا ان سب چیزوں کو گھر کیسے لے جائے گا؟ وہ سوچتا رہا، سوچتا رہا، چیزیں اتنی زیادہ تھیں کہ اکیلا آدمی انھیں اُٹھا کر نہیں لے جاسکتا تھا، لیکن اد کاسا کوئی چیز چھوڑ کر بھی نہیں جانا چاہتا تھا۔ آخر اس نے کچھ سرکنڈے لیے اُن سے ایک مضبوط ٹوکری تیار کی۔ اُس نے تیتر اور انڈے ٹوکری میں رکھے۔ جنگلی بکرے کو پیٹھ پر لادا، بیلوں سے بام مچھلی کو باندھا اور اسے ہاتھ میں باندھ کر کھینچنے لگا۔ اس کے بعد اس نے رتالو بیلوں سے باندھ کر گلے میں لٹکا لیے۔

جب وہ سارا کام کر چکا تو وہ ایک مسخرہ معلوم ہونے لگا۔ اسی حالت میں وہ جنگلی بکرے، بام مچھلی رتالو، تیتر اور انڈے لے کر گھر کی طرف چلا۔ راستے بھر وہ یہی سوچتا رہا کہ گھر جا کر وہ ان چیزوں کو خوب مزے لے کر کھائے گا۔ اس کے منھ میں پانی بھر آیا۔

وہ اتنا خوش تھا کہ اسے پتا بھی نہ چلا کہ اُس نے کتنا بوجھ اُٹھا رکھا ہے۔

گھر پہنچ کر اس نے تمام چیزیں فرش پر رکھیں اور اس واقعے سے متعلق سوچنے لگا۔ وہ جتنا سوچتا اتنی ہی اُسے ہنسی آتی۔ پہلے تو وہ مسکراتا رہا، لیکن پھر اُسے اتنے زور سے ہنسی آئی کہ اس کے پیٹ میں بل پڑ گئے اور وہ فرش پر لوٹنے لگا۔ آخر جب اُس کی ہنسی ختم ہوئی تو وہ کہنے لگا:

"میں بام مچھلی کا بڑا اچھا شکاری ہوں۔ سچ مچ بڑا شکاری ہوں اور جب رات کو وہ مزے لے لے کر یہ سب چیزیں کھا رہا تھا تو وہ اُس وقت بھی ہنس رہا تھا۔

آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا اد کا سا ایک اچھا شکاری نہیں تھا؟

وقتِ سحر

مرسلہ: شاہدہ پروین، اسلام آباد

وقتِ سحر ہے سونے والو
جاگ اٹھو اے نیند کے ماتو
لطفِ سحر کو کھونے والو
وقتِ سحر ہے سونے والو
جاگ اُٹھا ہے پتا پتا
غفلت کیسی سونا کیسا
وقتِ سحر ہے سونے والو
بادِ سحر کے جھونکے آئے
نکہتِ تر کے جھونکے آئے
وقتِ سحر ہے سونے والو
جاگو پہلو بدل کر دیکھو
اُٹھو آنکھیں مل کر دیکھو
وقتِ سحر ہے سونے والو
صَلِّ عَلیٰ یہ نور کا عالم
ہر ذرّے پر طور کا عالم
وقتِ سحر ہے سونے والو
تازہ نوا مرغانِ چمن ہیں
نغمے جن کے جانِ چمن ہیں

رسالو کا کارنامہ

م۔ نسیم، کراچی

عرصہ ہوا ایک جنگل میں ایک بھالو کا جوڑا رہا کرتا تھا۔ ان کا ایک بچہ بھی تھا، جس کا نام انھوں نے رسالو رکھا تھا۔ رسالو بڑا ہی خوب صورت تھا۔ اس کا رنگ بھورا تھا اور بال اون کی طرح ملائم۔ رسالو جنگل کے جانوروں کے بہت کام آتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سب اسے بہت پسند کرتے تھے۔

ایک دن رسالو جنگل میں اچھلتا کودتا پھر رہا تھا کہ اسے راستے میں ایک بوڑھی لومڑی ملی، جو درد سے کراہ رہی تھی۔ رسالو اس کے قریب گیا اور اس

سے پوچھا،

"کیا آپ بیمار ہیں بڑی اماں؟"

"لومڑی بولی، "ہاں بیٹا، میں کئی دنوں سے بیمار ہوں۔ میرے سارے جسم میں شدید درد ہے۔ ایک حکیم نے بتایا تھا کہ اگر سرخ جڑی بوٹی کھاؤں تو صحت یاب ہو سکتی ہوں۔ اس لیے میں وہ جڑی بوٹی تلاش کرنے نکلی ہوں۔"

رسالو بولا، "بڑی اماں، آپ اطمینان سے یہیں بیٹھی رہیں۔ میں آپ کے لیے سرخ جڑی بوٹی تلاش کرکے لاتا ہوں۔" یہ کہہ کر رسالو سرخ جڑی بوٹی کی تلاش میں چل دیا۔ چلتے چلتے وہ بہت دُور نکل گیا اور اُسے یہ بھی خیال نہ رہا کہ اسے اس کے ماں باپ نے زیادہ دُور جانے سے منع کیا ہے۔

جب رسالو بہت دیر تک گھر واپس نہ آیا تو اس کے ماں باپ بڑے پریشان ہوئے، کیوں کہ رسالو آج سے پہلے کبھی اتنی دیر تک گھر سے باہر نہیں رہا تھا۔ پریشانی کے عالم میں وہ دونوں رسالو کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ ابھی یہ دونوں راستے ہی میں تھے کہ ایک مداری نے انھیں جال ڈال کر پکڑ لیا۔ انھوں نے بہت ہاتھ پاؤں مارے، مگر بے سود۔

دوسری طرف رسالو نے سرخ جڑی بوٹی بوڑھی کو پیس کر کھلائی اور واپس گھر کی طرف ہو لیا۔ ابھی وہ راستے میں ہی تھا کہ ایک چڑیا اُڑ کر اس کے پاس آئی اور بولی، "رسالو بھیا، ایک مداری تمھارے ماں باپ کو جال میں پکڑ کر شہر لے گیا ہے۔" یہ سُن کر رسالو خوب رویا۔ پھر اس نے فیصلہ کیا کہ جب تک میں اپنے ماں باپ کو مداری کی قید سے نجات نہ دلا دوں چین سے نہ بیٹھوں گا۔ یہ سوچ کر اس نے شہر کا رخ کیا۔ رسالو کو سفر کرتے کرتے کئی دن گزر گئے۔ آخر وہ ایک پہاڑی پر پہنچا۔ اس نے جب نیچے کی طرف دیکھا تو اسے ایک سڑک نظر آئی جسے دیکھ کر رسالو کو یقین ہو گیا کہ یہ سڑک ضرور شہر کی طرف جاتی ہوگی، مگر اب رات ہونے والی تھی اور کئی دن کے سفر کی وجہ سے رسالو بہت تھک گیا تھا۔ اس نے سوچا کہ میں رات بھر یہاں آرام کر لوں۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے ایک چھوٹی سی جھونپڑی دکھائی دی۔ رسالو اس طرف گیا تو پتا چلا کہ یہ ایک لوہار کی دُکان ہے۔ یہاں بہ کثرت ٹین کے ڈبے پڑے تھے۔ رسالو ایک ڈبے میں گھس کر سو گیا۔ رات کو تیز ہوا کے باعث وہ ڈبا لڑھک کر سڑک کے بیچوں بیچ آ گرا۔ مگر رسالو کو کچھ ہوش نہ تھا۔ اُس کی آنکھ اس وقت کھُلی جب اُسے کار کے ہارن کی آواز سنائی دی۔ رسالو جلدی سے ڈبے سے باہر نکلا۔ جب کار میں بیٹھے ہوئے آدمی نے اس خوب صورت بھالو کو دیکھا تو اپنی کار اُس کے پیچھے دوڑا دی، مگر رسالو بھاگتے بھاگتے ایک جھیل میں کود پڑا۔ اس کو تیرنا بہت اچھی طرح آتا تھا، کیوں کہ جنگل میں وہ اکثر

تالابوں میں تیرا کرتا تھا۔ رسالو تیرتا ہوا جب دوسرے کنارے پہنچا تو اس نے دیکھا کہ لوگوں کا ایک بڑا مجمع لگا ہوا ہے۔ رسالو بھی اس مجمع میں جا گھسا۔ جب اس نے مجمع کے بیچوں بیچ اپنے ماں باپ کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔ ابھی وہ حیران ہی کھڑا تھا کہ کچھ شریر لڑکوں کی نظر رسالو پر پڑی۔ وہ رسالو کو پکڑنے کے لیے بھاگے، مگر رسالو بھاگتا ہوا ایک درخت کی کھوہ میں چھپ گیا۔

اب رسالو نے چھپ چھپ کر مداری کا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔ آخر شام کے وقت مداری ایک گاؤں کے کچّی مٹّی کے گھر میں داخل ہو گیا۔ رسالو بھی ایک درخت کی کھوہ میں چھپ کر رات کا انتظار کرنے لگا۔

جب رسالو کو یقین ہو گیا کہ اب مداری سو گیا ہے تو وہ مداری کے گھر میں داخل ہوا۔ سامنے ہی اسے ایک پنجرہ نظر آیا۔ جس میں اس کے ماں باپ بند تھے اور اس کی ماں رسالو کے باپ سے کہہ رہی تھی کہ نہ جانے ہمارا بچہ کس حال میں ہوگا۔ اچانک اس کی ماں کی نظر رسالو پر پڑی تو وہ چونک کر بولی، "رسالو..... بیٹا تم..... تم یہاں کیوں آئے ہو؟ یہاں سے فوراً بھاگ جاؤ، ورنہ مداری تم کو بھی پکڑ لے گا۔"

مگر رسالو بولا، "نہیں..... میں آپ لوگوں کو ساتھ لے کر ہی جاؤں گا۔"

رسالو کا باپ بولا، "اچھا تم ایسا کرو کہ اس پنجرے کا دروازہ کھول دو۔"

رسالو نے جلدی سے دروازہ کھولا۔ ابھی وہ بھاگ ہی رہے تھے کہ رسالو کا پیر ایک برتن سے لگا اور مداری جاگ گیا۔ مگر رسالو اور اس کے ماں باپ بھاگ کھڑے ہوئے۔ مداری نے کچھ دُور تک اُن کا پیچھا کیا، آخر تھک ہار کر واپس ہو گیا۔

رسالو اور اس کے ماں باپ صبح تک اسی جھیل کے کنارے پہنچ گئے۔ انھوں نے جلدی سے جھیل پار کی اور سڑک پر آگئے۔ سڑک پر ابھی تک وہ ڈبّا پڑا ہوا تھا۔ رسالو نے وہ ڈبّا اٹھایا اور لوہار کے پاس پہنچا اور وہ ڈبّا اس کو واپس کرتے ہوئے معافی مانگی کہ میں آپ کی اجازت کے بغیر اس ڈبّے میں سو گیا تھا۔

اب رسالو اور اس کے ماں باپ خوشی خوشی اپنے گھر کی طرف چل دیے۔ وہ اپنے بچّے کی بہادری سے بہت خوش تھے اور خوش بھی کیوں نہ ہوتے، ان کے بہادر بچّے نے ان کو قید سے رہائی دلائی تھی۔

سونے چاندی کی کلہاڑی

عزیزہ احمد، حیدرآباد

کسی شہر میں ایک غریب لکڑہارا رہتا تھا، جس کا نام عبدالعزیز تھا۔ پیار سے آس پاس کے رہنے والے اسے "اجو" کہتے تھے۔ بے چارے کے کئی چھوٹے چھوٹے

بچے تھے۔ لکڑہارا ہر روز صبح کو ایک کلھاڑی سے لکڑیاں کاٹتا اور انھیں اپنی رسّی میں باندھ کر شہر لے جاتا۔ بازار میں لکڑیاں بیچتا اور بیوی بچّوں کے لیے کھانے پینے کا سامان لے کر شام تک گھر واپس آ جاتا۔ بیوی بیٹھ کر کھانا پکاتی۔ سب ساتھ بیٹھ کر کھاتے۔ اللہ کا شکر ادا کرتے۔ لکڑہارا پھر صبح سویرے اٹھتا، نماز پڑھتا اور باسی روٹی کھا کر لکڑیاں کاٹنے جنگل کی طرف چل دیتا۔ بس اس کا یہی معمول تھا۔ کئی برس سے زندگی اسی طرح بسر ہو رہی تھی۔

ایک دن لکڑہارا ایک پیڑ پر بیٹھا لکڑیاں کاٹ رہا تھا۔ جس پیڑ پر بیٹھا تھا وہ دریا کے کنارے تھا۔ اتفاق سے لکڑیاں کاٹتے کاٹتے اس کی کلھاڑی ہاتھ سے چھوٹ گئی اور دریا میں جا گری۔ لکڑہارا بڑا پریشان ہوا۔ پیڑ سے اُتر کر دریا میں کود پڑا اور خاصی دیر تک کلھاڑی کو پانی میں ڈھونڈتا رہا، لیکن خدا جانے اتنی دیر سے کلھاڑی کہاں غائب ہو گئی تھی کہ اس کا پتا نہ چلا۔

لکڑہارا دریا میں سے نکل کر سر پکڑ کر بیٹھا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرے گا، کلھاڑی نہ ہو گی تو لکڑیاں کیسے کٹیں گی؟ اور جب لکڑیاں نہیں کٹیں گی تو پیسے کہاں سے آئیں گے کہ بیوی بچّوں کے لیے کھانے کا سامان خریدے۔

اسی خیال میں بیٹھا اللہ کو یاد کر رہا تھا کہ کہیں سے آواز آئی، "میاں لکڑہارے! کس سوچ میں بیٹھے ہو؟"

لکڑہارے نے دیکھا اِدھر اُدھر تو کوئی نظر نہ آیا۔ سوچنے لگا کہ یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے! اتنے میں وہی آواز پھر آئی۔ اس مرتبہ آواز کہہ رہی تھی، "پریشان مت ہو۔ یہ لو، یہ ہے تمھاری کلھاڑی۔" لکڑہارے نے کلھاڑی کا نام سُنا تو اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اسے آدمی تو نہیں نظر آیا، لیکن دریا میں سے ایک ہاتھ نکلتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ بہت حیرانی سے اس ہاتھ کو دیکھ رہا تھا، جس میں سونے کی کلھاڑی تھی۔

اتنے میں اس کے کان میں پھر آواز آئی، "پریشان مت ہو۔ بس کلھاڑی لو اور جاؤ۔" اب لکڑہارے کو پتا چلا کہ یہ آواز دریا کے اندر سے آ رہی تھی۔ اس لیے دریا کی طرف منھ کر کے کہا، "تمھاری اس ہمدردی کا شکریہ بابا! لیکن یہ کلھاڑی تو میری نہیں ہے۔ میں کیسے لے لوں؟"

ہاتھ اندر چلا گیا اور اس مرتبہ ایک چاندی کی کلھاڑی دکھا کر کہنے لگا، "اچھا تو وہ نہ سہی یہ سہی۔ اسے لو اور اپنا کام چلاؤ۔" لکڑہارا بولا، "لیکن بابا! یہ کلھاڑی بھی میری نہیں، میری کلھاڑی تو لوہے کی ہے۔"

ہاتھ پھر اندر چلا گیا اور اس مرتبہ لوہے کی کلھاڑی لے کر باہر نکلا اور بولا، "دیکھو! یہ ہے تمھاری کلھاڑی؟" لکڑہارے نے دیکھا تو خوشی سے اچھل پڑا، "ہاں ہاں! یہی ہے میری کلھاڑی، اللہ تمھارا بھلا کرے۔ لاؤ میری کلھاڑی مجھے دے دو۔" یہ کہا

اور لپک کر کلھاڑی اپنے ہاتھ میں لے لی۔

اتنے میں وہی ہاتھ پھر نکلا۔ اس مرتبہ سونے اور چاندی کی دونوں کلھاڑیاں اس کے ہاتھ میں تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہی آواز لکڑہارے سے اس طرح مخاطب ہوئی:

"اے ایمان دار لکڑہارے! اللہ تیری سچائی سے بہت خوش ہوا ہے۔ یہ دونوں کلھاڑیاں تیرا انعام ہیں۔ جا اللہ نے تیرے دن پھیر دیے۔"

لکڑہارا آگے بڑھا اور یہ دونوں کلھاڑیاں اپنے ہاتھ میں لے لیں اور خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر لکڑیاں کاٹیں، گٹھا باندھا اور کلھاڑیاں لے کر شہر کی طرف چل پڑا۔ پہلے لکڑیاں بیچیں، پھر کھانے پینے کا سامان خریدا اور اس کے بعد بازار جا کر ایک سنار کو سونے اور چاندی کی کلھاڑیاں دکھائیں۔ سنار نے وہ کلھاڑیاں کئی ہزار رُپوں میں خرید لیں۔ لکڑہارا وہ سب رُپے لے کر گھر آیا۔ اپنے بیوی بچّوں کو سارا قصّہ سُنایا اور سب نے مل کر اللہ کا شکر ادا کیا۔

پانی

مرسلہ: اشتیاق احمد کھوکھر، کراچی

شان پانی کی کیسی اعلا ہے
اس کا دنیا میں بول بالا ہے
سب کو ملتا ہے یہ بلا قیمت
تیرے قربان جاؤں اے قدرت
پانی پینے کے کام آتا ہے
پانی کھیتوں میں زر اُگاتا ہے
ہاتھ منھ لوگ اسی سے دھوتے ہیں
کپڑے پانی سے صاف ہوتے ہیں
زندگی کا مدار ہے اس پر
کُل خدائی نثار ہے اس پر
ہم نے تو ایک بات جانی ہے
جگ میں پانی کی حکم رانی ہے
یہ پہاڑوں سے چل کر آتا ہے
جنگلوں میں بہار لاتا ہے

محنت کی عظمت

عدنان خالد، کراچی

کسی گاؤں میں ایک لکڑہارا رہتا تھا۔ وہ بہت غریب تھا، لیکن اس کے بیٹے سلیم کو پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ وہ جب اپنے باپ سے اسکول میں داخلے دلانے کے لیے کہتا تو وہ جواب دیتا، "بیٹے، میرے پاس تو اتنے پیسے بھی نہیں کہ تم لوگوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا سکوں، اسکول میں کس طرح داخل کرا سکتا ہوں!"

سلیم جب سب بچّوں کو اسکول جاتے ہوئے دیکھتا تو اس کا دل بھر آتا اور وہ سوچتا کہ آخر وہ دن کب آئے گا جب میں اسکول جا سکوں گا۔ اسے پڑھنے کا اتنا شوق تھا کہ وہ اسکول کی کھڑکی سے

بلیک بورڈ پر لکھے ہوئے الفاظ دیکھتا اور زمین پر تنکے سے وہی الفاظ لکھ لیتا۔ وہ نیند میں بھی وہی الفاظ دہراتا رہتا اور اسے اچھی طرح یاد کر لیتا۔ ایک روز وہ تنکے سے زمین پر لکھ رہا تھا کہ ماسٹر صاحب وہاں سے گزرے اور اس سے حیران ہو کر پوچھا، "تمھیں جب پڑھنے کا اتنا شوق ہے تو پھر اسکول میں داخلہ کیوں نہیں لے لیتے۔" سلیم نے جواب دیا، "میرے ابّا بہت غریب ہیں۔ ہمارے پاس اتنے پیسے نہیں کہ اسکول میں داخلہ لے سکیں۔"

ماسٹر صاحب کو سلیم پر بہت رحم آیا۔ انھوں نے سوچا کہ اسے گھر پر کیوں نہ پڑھایا جائے۔ انھوں نے کہا، "بیٹے، تم شام کو میرے گھر پر فیس کے بغیر پڑھنے کے لیے آجایا کرو۔" سلیم نے جواب دیا، "ماسٹر صاحب میرے پاس کتابوں کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ میں کتابیں اور کاپیاں نہیں خرید سکتا۔" ماسٹر صاحب نے کہا، "کوئی بات نہیں، میں خرید لوں گا۔" سلیم یہ سُن کر بہت خوش ہوا اور اس نے وعدہ کیا کہ وہ پڑھنے کے لیے ضرور آئے گا۔ محنت اور لگن سے پڑھے گا۔ اس کے بعد سلیم ماسٹر صاحب سے گھر پر پڑھنے لگا۔

ایک سال بعد جب ماسٹر صاحب نے اس کا امتحان لیا تو وہ ان کے امتحان میں پورا اُترا۔ ماسٹر صاحب بہت خوش ہوئے اور انھوں نے اسے اسکول میں داخلہ دلا دیا اور وہ اپنے پاس سے فیس دیتے گئے۔ اس طرح سلیم پڑھنے لگا۔ اب اس نے جو امتحان دیا تو پوری کلاس میں اوّل آیا۔ ماسٹر صاحب خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ اس طرح وہ ہر جماعت میں اول آتا رہا اور اپنے ماسٹر صاحب اور اپنے ماں باپ کا نام روشن کرنے لگا۔ ایک ایسا دن بھی آیا جب وہ ڈاکٹر بن گیا اور اپنے گاؤں میں آکر غریبوں کا مفت علاج کرنے لگا۔ ایک روز ماسٹر صاحب اُس سے ملے تو انھوں نے اسے خوب شاباشی دی۔ اس نے جواب دیا، "یہ سب آپ کی دعا اور مدد سے ہوا ورنہ میں تو ایک لکڑہارے کا جاہل بیٹا تھا۔" ماسٹر صاحب نے کہا، "نہیں بیٹے، یہ سب تمھاری محنت کا صلہ ہے۔ تم نے اتنی لگن اور محنت سے تعلیم حاصل کی کہ تم نے آج اپنے ماں باپ اور استاد کا سر اونچا کر دیا ہے۔ یہ سب تمھارے شوق کا نتیجہ ہے۔

کیرم کی کہانی

شازمہ کنول، فیصل آباد

ہزاروں سال پہلے کی بات تھی۔ ملک روم میں ایک شہر تھا، جس کا نام "کیرم" تھا۔ یہ شہر بہت خوب صورت تھا۔ یہاں کے لوگ آپس میں پیار و محبّت سے رہتے تھے جس کی وجہ سے یہاں امن و امان تھا۔ اس شہر کے چاروں طرف اونچی فصیل تھی اور شہر کے چاروں کونوں پر چار گہرے کنویں تھے۔ اس شہر پر ایک ملکہ حکومت کرتی تھی۔ وہ بے حد خوب صورت تھی۔

ملکہ کو سرخ رنگ بے حد پسند تھا۔ اسی لیے اس کی ہر چیز سرخ رنگ کی تھی۔ اس کا لباس، تاج و تخت، محل اور یہاں تک کہ محل کی ساری چیزیں بھی سرخ رنگ کی تھیں۔ ملکہ کی اٹھارہ ہزار فوج تھی۔ نو ہزار فوج کی وردی کالی تھی اور نو ہزار کی سفید۔ ملکہ کا محل شہر کے عین وسط میں تھا اور محل کے اردگرد فوج کے سپاہیوں کے خیمے نصب تھے۔ ایک دفعہ ایک جادوگر کو ملکہ پسند آگئی۔ اس نے ملکہ کو شادی کا پیغام بھیجا۔ ملکہ نہیں چاہتی تھی کہ حکومت میں کوئی اس کا شریک ہو، لہٰذا اس نے انکار کر دیا۔ انکار سے جادوگر کو بہت غصّہ آیا۔ وہ اپنے تین دیوتاؤں کے پاس گیا۔ انھیں سب حال سنایا اور مدد مانگی۔ دیوتاؤں نے مدد کا وعدہ کیا۔ انھوں نے جادو کا گول تختہ بنایا اور اسے لے کر جادوگر کے ساتھ شہر میں آگئے اور شہر کے چاروں کونوں پر کھڑے ہو گئے۔ جادوگر نے جادو کے تختے کو زور سے دھکّا دیا تو وہ ایک سپاہی کو دھکیلتا ہوا ایک کنویں میں جا گرا، جو شہر کے کونے پر تھا۔ دیوتا اور جادوگر باری باری تختے کو دھکّے دیتے رہے اور وہ سپاہیوں کو کنووں میں دھکیلتا رہا۔ آخر میں ملکہ اور ایک سپاہی بچ گئے۔ ملکہ بھی تختے کے دھکّے لگنے سے کنویں میں جا گری۔ اب وہ اکیلا سپاہی کھڑا اپنے شہر کی بربادی پر افسوس کر رہا تھا کہ اسے بھی دھکّا لگا اور وہ بھی ملکہ کے پیچھے کنویں میں جا گرا۔ سارا شہر ویران ہو گیا۔ اس کے بعد جادوگر نے شہر میں آگ لگا دی۔ اس طرح یہ خوب صورت شہر اُجڑ گیا۔ اس کے بعد کیرم کا کھیل ایجاد ہوا، جس کو آج آپ اور ہم مل کر کھیلتے ہیں۔ گویا ہم اور آپ دیوتا اور جادوگر ہیں۔ جادو کا گول تختہ اسٹرائیکر ہے۔ سپاہی کالی اور سفید گوٹیں ہیں۔ کوئین سرخ ملکہ ہے جن کو ہم کنویں میں دھکیلتے ہیں۔

لالچی بُڑھیا

سعدیہ نور، کراچی

پرانے زمانے کی بات ہے کہ پہاڑوں کے دامن میں ایک چھوٹے سے قصبے میں ایک غریب بُڑھیا رہتی تھی، جس کا ایک ہی بیٹا تھا۔ اس کا نام رحمن تھا۔ رحمن بہت ہی شریف اور نیک لڑکا تھا۔ جب رحمن جوان ہو گیا اُس وقت اُس کی ماں کو اس کی شادی کی فکر لاحق ہوئی۔ اس نے شفقت سے رحمن سے پوچھا، "بیٹا رحمن، تمھاری نظر میں کوئی لڑکی ہے تو بتاؤ، تاکہ میں اپنی بہو لاؤں۔" رحمن کو گاؤں کی ایک لڑکی بہت پسند تھی جس کا نام عظمیٰ تھا۔ عظمیٰ بہت ہی حاسد اور تنگ نظر تھی۔ جب عظمیٰ کی شادی رحمن سے ہو گئی تو عظمیٰ اپنی ساس سے نفرت کرنے لگی، اس لیے کہ رحمن اپنی ماں سے بہت پیار کرتا تھا اور زیادہ تر وقت اپنی ماں کے ساتھ گزارتا تھا۔ جب عظمیٰ نے دیکھا کہ رحمن اس کے ساتھ زیادہ وقت

نہیں گزارتا اور ماں کے زیادہ قریب رہتا ہے تو وہ حسد سے جل اُٹھی اور ساس کے خلاف رحمٰن کے کان بھرنے لگی۔ ایک دن حسبِ معمول رحمٰن اور عظمیٰ اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عظمیٰ کہنے لگی، "آج تمھاری ماں نے میری شادی کی خوب صورت گلاس سیٹ توڑ دی ہے اور مجھے ہر وقت ڈانٹتی رہتی ہے۔" رحمٰن شادی کے بعد سے ماں کے بارے میں عظمیٰ کی شکایتیں سنتا رہتا تھا۔ آج جب اُس نے پھر ماں کی شکایت سُنی تو وہ طیش میں آگیا اور ماں کو سخت سست سنایا۔ ماں بے چاری بیٹے کی بے رُخی دیکھ کر بہت ہی دل برداشتہ ہوئی اور موقع دیکھ کر اپنے بیٹے اور بہو کو چھوڑ کر گھر سے نکل گئی۔ وہ کہاں جا رہی تھی خود اسے کچھ پتا نہیں تھا۔ چلتے چلتے وہ بہت تھک گئی اور نڈھال ہو کر ایک دریا کے کنارے رُک گئی۔

اِس دوران میں فضاؤں کی بیٹیاں گرمی، سردی اور برسات آپس میں زبردست جنگ میں مصروف تھیں۔ بات صرف اتنی تھی کہ ان تینوں کے درمیان اس بات پر اختلاف تھا کہ کون سب سے زیادہ طاقت ور ہے۔ سردی کہتی، "میں تم دونوں سے زیادہ طاقت ور ہوں۔" گرمی کہتی، "مجھ سے زیادہ طاقت ور کوئی نہیں۔" برسات کہتی تھی، "میں طاقت کا سرچشمہ ہوں۔" غرض یہ لوگ جہاں جہاں سے گزرتیں بستیاں ویران ہوتی جاتی تھیں۔ آخر میں ان تینوں نے فیصلہ کیا کہ ہم اپنی طاقت کے بارے میں کسی انسان کی رائے لیتے ہیں۔ وہ جو کہے گا ہم مان لیں گے۔

انھیں دریا کے کنارے رحمٰن کی ماں مل گئی۔ پہلے سردی نے بڑھیا کے پاس جا کر پوچھا، "بڑی بی، بتاؤ، گرمی، برسات اور سردی میں کون سب سے زیادہ طاقت ور ہے؟" بڑھیا نے ان کی لڑائی کا سبب جاننے کے بعد ذرا چالاکی سے کام لیا اور کہنے لگی، "مجھے سردی سے بہت خوف آتا ہے اور سردی بڑی طاقتوں کی مالک ہے۔" سردی خوش ہو کر اپنی تمام جمع شدہ دولت بڑھیا کو دے کر چلی گئی۔ اسی طرح باری باری برسات اور گرمی آتی رہیں اور بڑھیا ان کے سامنے انھی کی تعریف کرتی رہی اور وہ بہت ساری دولت بڑھیا کو دے کر جاتی رہیں۔ بڑھیا تمام دولت جمع کر کے گھر واپس آگئی۔ اس نے اپنے بیٹے اور بہو کو معاف کر دیا اور انھیں بہت سارے تحفے دیے۔ بہو نے جب بڑھیا کے ہاتھوں میں تحفے دیکھے تو لپٹ کر بڑھیا سے معافی مانگ لی۔

ان تمام باتوں کا پتا ان کے پڑوس میں ایک حاسد بڑھیا کو لگا۔ اتنی ساری دولت دیکھ کر ان کی آنکھیں کُھلی کی کُھلی رہ گئیں۔ اس نے رحمٰن کی ماں سے دولت کے بارے میں معلوم کیا اور وہ بھی بڑھیا کی طرح دولت کی تلاش میں نکل گئی۔ اس دوران جب برسات، سردی اور گرمی کو جب تمام باتیں معلوم

ہو گئیں تو وہ غضب میں بڑھیا کو سزا دینے کے لیے نکلیں۔ اتفاق سے دوسری بڑھیا اُسی جگہ مل گئی۔ برسات، گرمی اور سردی نے بڑی شدّت سے حملہ کر دیا۔ جس کے نتیجے میں لالچی بڑھیا تڑپ تڑپ کر مر گئی۔ اور اُسے دولت بھی حاصل نہیں ہوئی۔

بازی گر، بہروپیا

سید نوید احمد، کراچی

بہت سے روپ بھر کر خوب بچّوں کو ہنساتا ہے
جب آتا ہے تو سب کو نت نئے کرتب دِکھاتا ہے
پرندے پال رکھے ہیں اور اِک بلّی بھی پالی ہے
بجا کر ڈگڈگی اکثر کوئی بندر نچاتا ہے
کبھی لگتا ہے یوں آواز آتی ایک کتّے کی
نکل کر اوٹ سے پھر قہقہہ خود ہی لگاتا ہے
کئی بے حد ضروری کام بھی اس طرح کرتا ہے
کہ یہ بھی کھیل کا حصّہ ہیں یوں سب کو ہنساتا ہے
ذرا سی بائیسکل رکھتا ہے وہ اپنی سواری میں
اور اس پر بیٹھ کر اُلٹا اسے آگے چلاتا ہے
کبھی وہ روٹھ کر بچّوں سے رونے بیٹھ جاتا ہے
مگر پھر زور کا اِک قہقہہ خود ہی لگاتا ہے
غرض وہ ہے ہمارے واسطے تفریح کا ساماں
قلابازی بھی کھاتا ہے کئی کرتب دِکھاتا ہے
نوید اتنا بھا کر دوست بازی گر ہوا غایب
سدا بے چین رہتے ہیں کہ اب دیکھیں کب آتا ہے

سچی خوشی

شاہین کشور، کراچی

"نجمی میرے کپڑے اچھے ہیں نا؟" ثمینہ نے عید کے کپڑے نجمی کی طرف اُچھالتے ہوئے کہا۔ یک دم نجمی کی آنکھیں چمکیں۔ "ہاں، بہت پیارے، بہت اچھے ہیں۔" "لیکن تم نے تو مجھے عید کے کپڑے دکھائے ہی نہیں۔ کیسے بنائے ہیں؟" نجمی کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے اور وہ آنسوؤں کو چھپانے کی کوشش کرنے لگی۔ ثمینہ نے اس کی اس کیفیت کو بھانپ لیا۔ کیا اس دفعہ بھی عید میں نجمی کے نئے کپڑے نہیں بنے؟ کیا وہ اس عید پر بھی نئے کپڑے نہیں پہن سکے گی؟ یہ وہ سوالات تھے جو ثمینہ کے ذہن میں منڈلا رہے تھے۔ اس سے قبل کہ وہ اِن میں سے کسی سوال کا جواب پوچھتی نجمی چھپاک سے ہنستی ہوئی بھاگ گئی۔ دو سال کا عرصہ گزرا تھا کہ نجمی کے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی اور آنکھوں کا تارا بھی۔ پہلے وہ بھی ہر عید میں اچھے اچھے کپڑے پہنتی تھی، لیکن اب اس کے لیے یہ سب خیال بن کر رہ گیا تھا۔ اس کے ابا جان ایک حادثے میں شدید طور پر زخمی ہو گئے تھے اور ان کے ہاتھ اور ٹانگ کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ نجمی کی امّی نے علاج کے لیے پیسہ پانی کی طرح بہایا، حتیٰ کہ نقدی ختم ہو گئی اور اب آہستہ آہستہ گھر کی چیزیں بکنے لگیں، لیکن وہ نجمی کو

ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلے گئے۔ اس روز وہ امّی کے ساتھ لپٹ کر خوب روئی۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نجمی کی خاطر امّی بھی قدرے سنبھلتی گئیں۔ اُن کی گزر اوقات مشکل سے ہو رہی تھی۔ نجمی کی امّی سارا سارا دن مشین پر جھکی کپڑے سینے میں لگی رہتیں، ان کی اتنی استطاعت نہ تھی کہ نجمی کے لیے عید کے نئے کپڑے بناتیں۔

آج جب نجمی گھر پہنچی تو خاموشی سے اندر جا کر لیٹ گئی۔ امّی نے وجہ پوچھی تو وہ ٹال گئی، کیوں کہ وہ امّی کو مزید کچھ کہہ کر دُکھی کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اُسے اپنے گھر کے حالات کا بہ خوبی علم تھا۔

جب سے نجمی گئی تھی، ثمینہ بہت پریشان تھی۔ نجمی اُس کی عزیز سہیلی تھی جسے وہ کبھی رنجیدہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اُس کے دل میں ایک خیال آیا اور وہ مطمئن ہو گئی۔ دوسرے دن ثمینہ نجمی کے گھر پہنچی۔ دستک دینے پر نجمی کی امّی نے دروازہ کھولا۔ سلام کرنے کے بعد وہ نجمی کی طرف لپکی۔

نجمی ثمینہ کو دیکھ کر خوشی سے کھل اٹھی، "جناب، آج کیسے ہمارے غریب خانے میں آنا ہوا۔" خوشی اس کے چہرے سے پھوٹ رہی تھی۔ "مابدولت آج ایک کام کے واسطے آئے ہیں۔" ثمینہ نے اکڑ کر کہا، تو ہنسی کا فوارہ اُبل پڑا۔

"اچھا اب کام بھی بتاؤ گی یا ہنسے ہی جاؤ گی۔" ثمینہ کی ہنسی کو ایک دم بریک لگ گئی۔

"میں تمھارے لیے ایک چیز لائی ہوں۔"

اس نے پیک کیا ہوا سوٹ نجمی کی طرف بڑھایا۔ نجمی نے جیسے ہی پیکٹ کھولا سامنے جھل مل کرتا ہوا ریشمی سوٹ تھا۔ نجمی نے پیکٹ بند کر کے ثمینہ کی طرف بڑھایا، "جناب، مجھے یہ چیز پسند نہیں آئی۔" ثمینہ نے جب اس طرح نجمی کو انکار کرتے ہوئے دیکھا تو بولی،

"ارے نجمی، تم نے یہ کیا کر دیا۔ یہ تو میں تمھارے لیے لائی تھی۔ تم نے تو میرا دل ہی توڑ دیا۔" ثمینہ واقعی رو دینے کو تھی۔

اتنے میں نجمی کی امّی کمرے میں داخل ہوئیں۔ دونوں کو منھ پھلائے ہوئے دیکھا تو وجہ پوچھی۔ ثمینہ جھٹ بولی، "دیکھیے خالہ جان، میں نجمی کے لیے یہ سوٹ لے کر آئی ہوں اور وہ لینے سے مسلسل انکار کر رہی ہے۔ آپ ہی اسے سمجھائیں۔" خالہ معاملے کو فوراً سمجھ گئیں۔

"اچھا تو یہ بات ہے۔ بھئی، وہ ٹھیک ہی تو انکار کر رہی ہے۔"

"تو آپ بھی انکار کر رہی ہیں خالہ جان اگر آپ نے یہ سوٹ نہیں لیا تو میں ناراض ہو جاؤں گی اور میری اور نجمی کی دوستی بھی ختم۔" یہ سُن کر نجمی بوکھلا کر اُٹھ کھڑی ہوئی، "ثمینہ، مجھے معاف کر دو۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہو، لیکن دوستی مت توڑو۔ سب ہی نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ شہناز اور ریحانہ

بھی میرے ساتھ نہیں بولتیں۔ وہ مجھے دیکھتے ہی منھ پھیر لیتی ہیں۔"

ثمینہ کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ وہ بجّی کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے بولی، "میری بہن، میری دوستی ایسی نہیں جو پل بھر میں ٹوٹ جائے۔ ہماری دوستی کبھی نہیں ٹوٹ سکتی، لیکن خدارا مجھے اپنی بہن ہی سمجھ کر یہ سوٹ رکھ لو۔ میرا تحفہ سمجھ کر عید پر ضرور پہننا ورنہ میرا دل ٹوٹ جائے گا۔" ثمینہ کے بے حد اصرار پر خالہ جان نے سوٹ رکھ لیا اور ثمینہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا۔

عید کے دن جب دونوں سہیلیاں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جارہی تھیں تو ثمینہ کا دل خوشی اور مسرت سے جھوم رہا تھا۔ دونوں محسوس کر رہی تھیں کہ جیسے انھیں سچی خوشی آج نصیب ہوئی تھی۔

شیخ چلّی

علی احمر نقوی، کوئٹہ

شیخ چلّی چوروں کے بڑے دشمن تھے۔ انھوں نے بچپن میں ایک دفعہ چوری کی تھی جس پر ان کی امّی نے مار مار کر ان کو بے ہوش کر دیا تھا۔ اس وقت سے شیخ چلّی نے چوری سے توبہ کر لی اور خود چوروں کے دشمن بن گئے۔ ایک دفعہ باغ کے مالی کو تنخواہ لینے کے لیے دوسرے گاؤں جانا پڑا۔ وہ باغ شیخ چلّی کے حوالے کر گیا۔ شیخ چلّی نگرانی کر رہے تھے کہ دو لڑکے آئے اور سیب چوری کرنے لگے۔ شیخ چلّی نے انھیں پکڑ لیا۔ وہ انھیں قاضی کے پاس لے جارہے تھے کہ وہ رونے لگے۔ ایک کہنے لگا، "میری ٹوپی" اور دوسرا کہنے لگا، "میری جوتی باغ میں رہ گئی ہے۔" شیخ چلّی نے کہا، "جاؤ میں یہاں کھڑا ہوں، تم دونوں اپنی چیزیں لے آؤ۔" دونوں لڑکے موقع سے فائدہ اُٹھا کر بھاگ گئے۔ دوسرے دن وہ پھر پھل چوری کرنے آئے۔ شیخ چلّی نے انھیں پھر پکڑ لیا اور قاضی کے پاس لے جانے لگے۔ انھوں نے پھر وہی بہانہ تراشا۔ شیخ چلّی نے کہا، "میں اب تمھیں بھاگنے نہیں دوں گا، تم یہیں ٹھیرو۔ میں خود ٹوپی اور جوتی لے کر آتا ہوں۔" چناں چہ دونوں لڑکے بھاگ گئے۔

مداری آیا

مرسلہ: آصف حسین ہاشمی، سبڑیال

شہر میں آیا ایک مداری
کرتب خوب دِکھاتا ہے
اس کے پاس ہے توتا ایک
قسمت جو بتلاتا ہے
چڑیا پیسے لے کر آتی ہے
بھالو ڈھول بجاتا ہے

بزمِ نونہال

● میں ایک سیکنڈری اسکول ٹیچر ہوں۔ آپ کا ہمدرد نونہال میری دونوں لڑکیاں پڑھتی ہیں، مگر وقت پر پڑھنا اور کھیلنا اچھا لگتا ہے۔ جناب، میری کلاس کے بچے یہ رسالہ اسکول میں بھی لے کر آتے ہیں اور کام دیا جائے تو کام یا کتاب پڑھنے کے بجائے کتاب کے اندر رکھ کر ہمدرد نونہال رسالے کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یہ رسالہ میرے گھر چار سال سے آرہا ہے اور آج میری بڑی بیٹی انٹر میں ہے اور چھوٹی نویں جماعت میں ہے۔

سلطانہ ہاشمی، کراچی

> نونہالو! بُری بات ہے۔ اسکول میں صرف نصاب کی کتابیں پڑھا کرو اور اُستانیاں جو پڑھائیں سمجھائیں وہ توجّہ سے سُنا کرو۔ شاباش۔ گھر آکر ہمدرد نونہال پڑھا کرو۔

● جنوری کے شمارے میں نئے سال کا خوب صورت اور پیارا تحفہ ہمدرد آٹوگراف مجھے اتنا پسند آیا کہ میں نے اکھٹے دو رسالے اسٹیشن کے بُک اسٹال سے خرید لیے۔ حکیم صاحب کا جاگو جگاؤ اور برکاتی صاحب کی پہلی بات ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ علمی تحفے کا اعلان بہت خوب ہے۔ تحفے، ۶۵ سال کی کہانی، نمک کا تھیلا، فارسی حکایتیں، نقلی شہزادی، پرندوں کی دنیا، نظم اردو اور نونہال ادیب میں کراچی کے مجیب ظفر انوار کا ایک خوش گوار دن میری پسندیدہ تحریریں ہیں۔ یہ بتائیے نونہال مصوّر کے لیے تصویروں کا کاغذ کیسا ہوتا ہے اور تصویر کس سیاہی سے بنی ہوتی ہے۔

غلام مرتضیٰ شاد، وزیر آباد

> نونہال مصوّر کے لیے سفید کاغذ پر سیاہ روشنائی سے تصویریں بنائی جاتی ہیں۔

● ۸۴ء سے آپ کا رسالہ پڑھتا رہتا ہوں۔ مجھے اتنا پسند ہے کہ نہ پوچھیں۔ خاص طور پر جو کہانیاں ہیں۔ ان میں سے ابھی جو چالاک خرگوش جو سلسلے وار قسط چل رہی ہے اور دوسری سب کہانیاں مجھے بہت پسند آتی ہیں۔ میں دوسرا کوئی رسالہ یا کوئی کتاب وغیرہ نہیں پڑھتا ہوں۔ رسالہ ہمدرد نونہال خریدتا ہوں جو مجھے بہت پسند ہے۔

عبدالحق کوسہ بلوچ،

● مجھے نونہال بہت پسند ہے۔ ہما گل نعیم، جیکب آباد

● خوب صورت سا آٹوگراف بک پاکر بہت خوشی ہوئی۔ کہانی نقلی شہزادی، ۶۵ سال کی کہانی اور پرندوں کی دنیا بہت پسند آئیں۔

عبدالستار محبوب بلوچ، کراچی

● نونہال کے آخر میں مشکل الفاظ کے معنی ہوتے ہیں۔ آپ اُن الفاظ کو اس صفحے کے نیچے ہی شائع کر دیں۔

قیصر حماد، واہ چھاؤنی

● نئے سال کا پہلا نونہال بہت پسند آیا۔ آٹوگراف بک جس خوب صورتی سے نونہال کے ساتھ پلاسٹک میں پیک تھی اسے دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ تعلیمی تحفے کے کوپن کا سلسلہ جو آپ نے شروع کیا ہے بہت اچھا ہے۔ شائستہ وجاہت، کراچی

● آپ نے رسالے کی قیمت میں اضافہ کر دیا مگر ہم مطمئن ہیں، کیوں کہ رسالے کا معیار اعلا ہے۔ میں سالوں سے نونہال پڑھ رہا ہوں، مستقل پڑھنے والوں کے لیے تحفہ والی پیش کش سے بہت خوشی ہوئی، اچھا قدم ہے۔ ۶۵ سال کی کہانی، بحیرۂ احمر اور پرندوں کی دنیا معلوماتی مضامین تھے۔ کہانیوں میں فارسی حکایتیں، نمک کا تھیلا اور چالاک خرگوش پسند آئیں۔ لطائف حسبِ معمول آدھے سے زیادہ نقل شدہ تھے۔ نونہال ادیب میں کہانی نوکر اور آقا ایک کتاب "اخلاقی کہانیاں" کی کہانی بادشاہ اور غریب میں فرق سے حرف نہ حرف نقل کی گئی ہے۔ سید معظم حق، کراچی

● رسالے تو بہت پڑھے مگر جیسا مزہ نونہال سے آیا اور کسی میں اتنا مزہ نہیں آیا اور نہ آئے گا۔

اعجاز احمد صدیقی، کراچی

● ایک ماہ کے طویل اور صبر آزما انتظار کے بعد نئے سال کا پہلا شمارہ چاند کی طرح روشنی بکھیرتا، پھولوں کی طرح مسکراتا، کلیوں کی طرح کھلتا نئے جوش، نئے ولولے اور نئے عزائم لیے ہاتھوں میں آیا۔ دل باغ باغ ہو گیا۔ سرورق لاجواب تھا۔ جاگو جگاؤ کو ہمیشہ کی طرح بلندیوں پر پایا۔ تمام کہانیاں اور نظمیں اچھی تھیں۔ نونہال ادیب اور نونہال مصوّر بڑی تیزی سے ترقی کی طرف گامزن ہیں۔ انکل آپ صغیر شاہد انصاری، کراچی کا نام بلیک لسٹ میں لکھ لیجیے، کیوں کہ یہ تصویر نقل شدہ تھی اور ستمبر ۱۹۸۴ء کے شمارے میں چھپ چکی ہے اور عبداللہ شیخ اس کے مصوّر ہیں۔

محمد عاطف شیخ، نواب شاہ

● میں نے ایک بار نونہال پڑھا تو اس کے بعد میں ہمیشہ نونہال پڑھنے لگی۔ اس میں اچھی کہانیاں اور معلوماتی تحریریں ہوتی ہیں۔

میمونہ جاوید، ملتان

● جنوری کے رسالے کی تمام کہانیاں بہترین تھیں خاص طور پر چالاک خرگوش، نقلی شہزادی اور چھوٹا بارہ سنگھا بہت اچھی تھیں۔ لطیفے بھی اچھے تھے۔ نونہال ادیب میں محمد عثمان عبدالستار نے "نوٹ" کو اردو کی آٹھویں جماعت کی کتاب سے نقل کی ہے۔

ریاض الدین، کراچی

محمد عثمان عبدالستار کا نام ایک سال کے لیے نوٹ کر لیا گیا ہے۔

● کہانیوں میں نقلی شہزادی، لال شہزادی، نونہال ادیب اور طب کی روشنی میں بہت پسند آیا۔ نمک کا تھیلا اور جاگو جگاؤ، پہلی بات اور چالاک خرگوش، خیال کے پھول۔ یقین کیجیے پورا نونہال پسند آیا۔

جاوید عبدالغفور، کراچی

● جنوری کا چم چم کرتا ہوا نونہال ملا۔ پڑھ کر مزہ آگیا۔ جناب حکیم محمد سعید کا جاگو جگاؤ ہمیشہ کی طرح نونہال کو دہکا رہا تھا۔ ہمیں کوپن اسکیم بے حد پسند آئی۔ ۶۵ سال کی کہانی کی بدولت ہمیں حکیم محمد سعید کے حالاتِ زندگی سے آگاہی ہوئی۔ فارسی حکایتیں اور نقلی شہزادی اچھی کہانیاں تھیں۔

عروسہ ریاض، ملیر کالونی

● ۲ سوال کی رعایت بہت اچھا اقدام ہے۔ جنوری کا رسالہ بہت پسند آیا۔ تمام ہی مضامین شان دار تھے۔ ہم نونہال مصوّر میں حصّہ لینا چاہتے ہیں۔

لبنیٰ شیریں، عظمیٰ سیمیں، ہما جبیں، حیدر آباد

تصویریں بنا کر بھیج دیں۔ اچھی ہوں گی تو ضرور چھاپیں گے۔

● جنوری کا نونہال بہت ہی شان دار تھا۔ خاص طور پر لال شہزادہ، نمک کا تھیلا اور چھوٹا بارہ سنگھا اور اُس کا خواب بے حد پسند آئی اور چالاک خرگوش کی شرارتیں بہت ہی مزے دار تھیں۔

محمد طاہر احمد، کراچی

● تحفے کے کالم میں سرسیّد کا جو اقتباس درج ہے اس کے آخر میں مولانا ظفر علی خاں کا یہ شعر درج ہے:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

مولانا ظفر علی خاں تو سرسید کے زمانے میں نہیں تھے، تو پھر سرسید نے تو یہ شعر نہیں لکھا ہوگا۔

احمد افضال، کراچی

احمد میاں! تمھارا خیال بالکل صحیح ہے۔ یہ شعر مولانا ظفر علی خاں کا ہے اور سرسیّد نے اپنے مضمون میں اس کا حوالہ نہیں دیا ہوگا۔ یہ تحفہ بھیجنے والی بچی نے شاید خود بڑھا دیا اور ہمارا ذہن بھی اُس وقت اس طرف نہیں گیا۔ تم نے بہت اچھا کیا کہ یہ بات لکھ دی۔ شکریہ۔

● جاگو جگاؤ میں حکیم محمد سعید کی نصیحت پر عمل کر رہا ہوں۔ کہانیوں میں لال شہزادہ، نمک کا تھیلا اور سرور جمال کی نقلی شہزادی تو نمبر لے گئی۔ راجا آجا (نظم) اور بھی اچھی تھی۔

محمد جاوید، نسرین، روزینہ، سلیم، رحیم، کراچی

● سب کی سب کہانیاں اپنی جگہ بہت اچھی تھیں خاص طور سے لطیفے اور خیال کے پھول بہت اچھے لگے۔

عمران منشاء اللہ، کراچی

● نونہال میرا پسندیدہ رسالہ ہے۔ آپ نے قیمت بڑھا کر بہت اچھا کیا ہے، کیوں کہ مہنگائی کا زمانہ ہے۔

محمد عظیم خان، کراچی

● میری طرف سے جناب حکیم محمد سعید کو ۶۵ ویں سال گرہ مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور دراز کرے۔ کیوں کہ پاکستان اور اس کے عوام کو آپ جیسے لوگوں کی ابھی بہت ضرورت ہے۔

سید محمد سہیل ہاشمی

● آپ نے نیا سلسلہ علمی تحفہ شروع کیا ہے۔ اس سے نونہال ساتھی ضرور فائدہ اٹھائیں گے۔ یہ کوپن علمی تحفہ کو آخر میں دینا چاہیے۔ اس لیے کہ یہ علمی تحفہ کا کوپن اندرون صفحات دیا ہے جس سے ایک تو رسالہ خراب ہو جاتا ہے۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ بعض ایسی باتیں جو کسی اور دوسرے رسالے میں نہیں ہوتیں وہ باتیں وہاں سے کٹ جاتی ہیں جس سے رسالے میں تشنگی رہ جاتی ہے

محمد خالد رانا راجپوت، کراچی

> تمھارا مشورہ بہت اچھا ہے۔

● آپ نے معلومات عامہ کے سوالات ۱۰سے ۱۲ کر کے اچھا کیا۔ کہانیاں بھی مزے دار اور دل چسپ تھیں۔

کامران ادریس عثمانی، کراچی

● اس ماہ کے نونہال میں لطیفے اچھے تھے۔ البتہ فارسی حکایتیں بور تھیں۔ کہانیوں میں نقلی شہزادی، چالاک خرگوش، لال شہزادہ بہت پسند آئیں۔ ساری نظمیں بہت اچھی تھیں، لیکن نونہال ادیب زیادہ پسند نہیں آیا۔ نونہال مصور تھوڑے تھے، لیکن اچھے لگے۔

سدرہ محبوب، اسلام آباد

● جاگو جگاؤ اور پہلی بات تو رسالے کی جان ہیں۔ نظموں میں اردو (فیض لودھیانوی) راجا آجا (انور شعور) اور دیپ سے سورج (عنبر چغتائی) بڑی اچھی تھیں۔ بوجھو تو جانیں کا سلسلہ دوبارہ شروع کر دیں۔ لفظ "تہی داماں" کے معنی بتائیں اور بتائیں کہ یہ کس زبان کا لفظ ہے۔

جمال الدین انجم انصاری، کراچی

> تہی کے معنی ہیں خالی، تہی داماں یا تہی دامن اس کو کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ بوجھو تو جانیں جاری ہے۔

● اس ماہ کا رسالہ بہت اچھا تھا۔ سب کہانیاں لطائف اچھے تھے۔ کوئی اچھی سی جاسوسی کہانی جاری کر دیں۔

دردانہ صادق، بھکر

● دسمبر ۸۴ء کے رسالے میں جاگو جگاؤ نے بہت متاثر کیا۔ مضمون "ہمارے رسول پاکؐ" میں ایک بہت بڑی غلطی دیکھی۔ آٹھویں لائن میں لکھا تھا (حضور سرورِ عالم موسمِ بہار میں دوشنبہ کے دن ۹۔ ربیع الاول مطابق ۲۲۔ اپریل ۵۷۱ء کی صبح سعادت میں پیدا ہوئے۔) جب کہ ۹ ربیع الاول کے بجائے ۱۲۔ ربیع الاول ہے۔ کیا علمی تحفے کے کوپن کی فوٹو اسٹیٹ کر کے روانہ کر سکتے ہیں یا پھر اُسی کو کاٹ کر روانہ کریں؟

محمد خالد، کراچی

> یہ غلطی نہیں ہے، بلکہ مختلف علما نے مختلف تاریخیں لکھی ہیں۔ آپ چاہیں تو علامہ شبلی کی "سیرت النبیؐ" کی جلد اوّل میں حضورؐ کی پیدائش کا حصہ پڑھ لیں۔

● ہمارے گھر پیارا نونہال ہمارا انکل لاتا ہے۔ پہلے خود پڑھتا ہے پھر ہم بہن بھائیوں کو پڑھنے دیتا ہے۔ اتنا بڑا ہو گیا پھر بھی بچّوں کا رسالہ پڑھتا ہے۔ پلیز انکل انھیں سمجھائیے کہ پہلے ہمیں پڑھنے دیا کریں، کیوں کہ اس میں تمام کہانیاں ہمیں بہت اچھی لگتی ہیں۔ میں پانچویں جماعت میں پڑھتا ہوں۔ خط میں غلطی ہو تو معاف کر دیں۔

محمد جاوید خان نیازی، دریا آباد

> جاوید میاں! تمھارا خط تو اچھا ہے، بس ایک غلطی ہے کہ انکل کا نام ادب سے نہیں لکھا۔ یہ بات بھی یاد رکھو انسان کتنا ہی بڑا ہو جائے اس کو پڑھنے میں شرم نہیں کرنا چاہیے۔

● سرورق پسند نہیں آیا۔ اس مرتبہ بڑے لوگوں کے آٹو گراف کا مسئلہ تو حل ہو گیا۔ علمی تحفہ اور معلوماتِ عامہ میں تبدیلی ایک خوش آئند بات ہے اور ہاں اسکواش سے بھی تعلق مستحکم ہوتا جا رہا ہے۔ ۶۵ سال کی کہانی نے نونہالوں کی راہ تیز سے تیز تر کر دی۔ اور زندگی میں وقت کی اہمیت واضح ہو گئی۔

جاوید حکیم کھوکھر، ٹنڈو الہ یار

● کہانیوں میں لال شہزادی، چالاک خرگوش اور فارسی حکایتیں بہت مزے دار تھیں۔ تحفے کا معیار بلندی کی جانب بڑھ رہا ہے لیکن اشعار اچھے نہیں ہوتے، لیکن سرورق میں حالات اور وقت کی ایک جھلک ہونی چاہیے۔ مستقل پڑھنے والوں کے لیے ایک تحفہ کی مدت

تین ماہ ہونی چاہیے۔ کتابوں میں "دو مسافر دو ملک" بھی ہونی چاہیے۔
شگفتہ ناز کھوکھر، ٹنڈوالہیار

● نئے سال کا پہلا شمارہ نہایت ہی دل چسپ اور معلومات سے بھرپور تھا۔ آپ نے نونہال کی قیمت چار رُپے کردی۔ یقین کریں کہ ذرا بھی دکھ نہیں ہوا کیوں کہ اتنے اچھے رسالے کی قیمت توکم ازکم چھے رُپے ہونی چاہیے تھی۔ ورلڈ اوپن اسکواش پاکستان میں پہلی مرتبہ رسالے کی جان تھا۔ ایسے مضمون شائع کرتے رہا کریں۔
محمد پرویز فیصل، لاہور

● نظموں میں راجا آجا بہت دل چسپ تھی۔ کارٹون اور مسکراتے رہو بھی مجھے بہت پسند آئے۔ راشد اسلام، حیدر آباد

● اس دفعہ کا نونہال بہت دل چسپ تھا۔ انکل میں نے آپ سے اپنے پہلے خط میں کچھ درخواست کی تھی جس کو آپ نے ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا تھا۔ راحیلہ جمشید، انیلہ جمشید

> اس خط میں بھی اپنی فرمائش لکھ دیتیں تو یاد آجاتا۔

● اس ماہ کا شمارہ بہت بہت اچھا تھا۔ آپ نونہال میں ایک صفحے کا اضافہ کردیں جس میں نقطے ملاتے ہوں۔
انیلا ناز، مٹیاری

> تمھاری تجویز اچھی ہے، ہم نے اس مہینے سے اس سے بھی اچھا سلسلہ شروع کردیا ہے۔

● اس ماہ کا نونہال بہت ہی شان دار تھا خاص کر جاگو جگاؤ، خیال کے پھول، اردو، لال شہزادہ، تحفے، ۶۵ سال کی کہانی "نقلی شہزادی" بہت پسند آئے۔ واقعی نونہال بچوں کا ایک دل چسپ اور معلوماتی رسالہ ہے۔ میں ہمیشہ دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جناب حکیم محمد سعید جیسے محسنِ ملّت کو ہزاروں سال لمبی زندگی دے تاکہ آپ جیسے محسن ہزاروں بچوں کو فائدہ پہنچا سکیں۔
ایم اقبال شاہین بلوچ، پسنی مکران

● جنوری کا جھلملاتا ہوا نونہال اپنی پرانی آب و تاب کے ساتھ ملا اور ہم نے منٹوں میں اسے بغیر ہضم کیے نگل لیا۔ سرورق بہت پیارا تھا۔ اس کے علاوہ آپ کی بھیجی ہوئی کتاب "کھلونا نگر" بہت ہی زیادہ اچھی تھی۔ میں نے اور میری سہیلیوں نے "تحفے"

میں بہت سے شعر اور مختلف تحریریں لکھ کر بھیجیں مگر آج تک ان میں سے ایک بھی نہ چھپی۔ حمیرا گوہر، کراچی

> تحفوں کا نمبر تو جلد ہی آجاتا ہے۔ دوسرے تحفے بھیج کر دیکھو۔

● جنوری کے نونہال میں سب کہانیاں معیاری تھیں اور حیدر آباد کی صفیہ حسن نے ایک دو تین کہانی نقل کرکے بھیجی ہے۔
سید مصطفےٰ حسین، کراچی

> صفیہ حسن کا نام بھی ایک سال کے لیے نوٹ کرنا پڑا۔

● نونہال میں ایک صفحہ مذہب کے لیے چھوڑدیں تاکہ بچے اپنے اپنے مذہب کے بارے میں اچھی باتیں سیکھ سکیں اور ایک صفحہ انبیائے کرام کے لیے چھوڑدیں اور باری باری سب کے حالاتِ زندگی شائع کریں۔ سوالات کی تعداد بڑھانے کا شکریہ۔
محمد زاہد، ملیر

> زاہد میاں! اپنا نام صاف لکھا کرو۔ بڑی مشکل سے پڑھا گیا ہے۔

● جاگو جگاؤ بہت زیادہ اچھا تھا۔ کوپن والا سلسلہ اچھا ہے۔ آپ یہ بتائیے نونہال مصور میں کتنے سائز کی تصویر بنا کر بھیجیں۔ انیسہ نور محمد، سکھر

> بس کاپی کے سائز سے بڑی نہ ہو۔

● نونہال عرصے سے پڑھتا ہوں۔ اس کے مضامین بہت اچھے اور سبق آموز ہوتے ہیں۔ جنوری میں فارسی حکایتیں مجھے بہت پسند آئیں۔ مبین اسلام، حیدرآباد

● رسالہ بہت بہترین ہے۔ بزم نونہال یکسانیت کا شکار ہے۔ ارجمند نظامی، کوئٹہ

> بزم نونہال کے خطوط میں تھوڑی لکھتا ہوں۔

● آٹوگراف کاپی نے دل چسپی بڑھادی ہے۔ کہانیوں میں لال شہزادہ، نمک کا تھیلا اور چالاک خرگوش بہت پسند آئیں۔ لطیفے اپنی جگہ آپ تھے۔ پرویز، آفتاب، خرم عادل، فرخ،
شاہد شفقت، حیدرآباد

● میں نے اکثر دیکھا ہے کہ آپ رسالے میں وہی خط شائع

کرتے ہیں جن میں آپ کی تعریف کی گئی ہوتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ میرے اس خط کو کبھی رسالے میں شائع نہیں کریں گے۔ اس رسالے کا نچوڑ جاگو جگاؤ بہت ہی خوب صورت تھا تمام کہانیاں بھی خوب صورت نصیحت آموز تھیں، نظمیں بھی خوب صورت تھیں۔ آپ کے رسالے میں ان گنت حسین مناظر، ہنستے مسکراتے چہرے، رنگ رنگ پھول، خوب صورت باتیں، درختوں کا رقص، معلومات کا سمندر، غرض وہ تمام باتیں ہوتی ہیں جن کی ہمیں ضرورت ہوتی ہے۔

ایس۔ ایس۔ اے۔ حیدر، ساہی وال

● چالاک خرگوش قابل دید تھی۔ اور مسکراتے رہو بھی اپنی مثال آپ تھی۔ جاسوسی کہانی بھی شروع کریں۔

زاہد ندیم، کراچی

زاہد ندیم اور تمام نونہالوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنا پتا لفافے کے بجائے خط کے آخر میں پورا پورا اور صاف لکھا کریں۔

● ہمدرد نونہال ایک ایسے سمندر کی مانند ہے جس میں محنت، لگن اور جوش کی موجیں اُٹھتی ہیں۔ اس میں روشنی کا ایک مینارہ ہے جس سے پھوٹتی روشنی یہ کہتی ہوئی محسوس ہوتی ہے کہ جاگو جگاؤ، جاگو جگاؤ، تاکہ راستہ نہ بھٹک جاؤ اور بھٹکوں کے لیے راہ نما ہے۔ خدا کرے یہ مینارۂ نور ہمیشہ روشنی بکھیرتا رہے۔ اس سمندر پر رواں بیڑے کبھی راستہ نہیں بھٹکتے۔ اس کا ایک ایک قطرہ اخلاق کا پیامبر ہے۔ اس پر پرواز کرتے پرندے کبھی مایوس نہیں ہوتے۔ اس سمندر میں خوب صورت موتی ہیں جو پیار و محبت کا درس دیتے ہیں۔ اس کی گہرائیاں تلاش و جستجو پیدا کرتی ہیں۔ یہ سمندر عجیب عجیب تحفے پیش کرتا ہے۔ اس کی سنہری مچھلیاں ہمیشہ چاق چوبند رہنے کا مشورہ دیتی ہیں۔ یہ اندھیرے غاروں کو علم کی روشنی سے منور کرتا ہے۔ اس کا جھاگ اُڑاتا پانی ساحل سے ٹکراتا ہے تو حسین نغمے اور شوق ہنسی چار سو پھیل جاتی ہے۔ یہ سمندر رواں ہے۔ خدا کرے یہ سمندر یونہی رواں دواں رہے۔

محمد جاوید شفیع، دہلی کالونی

● اپنا نام نہ دیکھ کر بہت غمگین ہوئے، لیکن مایوس نہیں ہوئے کیوں کہ مایوسی کفر ہے۔ ہم نے بہت خط لکھے لیکن آپ نے ایک خط کا جواب بھی نہیں دیا۔ اگر کوئی غلطی ہوئی ہو تو معاف کرنا۔

محمد مشعل، کراچی

نہیں میاں مشعل، تم سے کیوں ناراض ہوں گے۔

● نونہال میں سب سے زیادہ قابلِ تعریف "فارسی حکایتیں" اور نونہال ادیب کے آخر میں مجیب ظفر انوار صاحب کا بیان کیا ہوا واقعہ "ایک خوش گوار دن" بہت پسند آیا، کیوں کہ اس سے ہمیں آپ کے اور "ہمدرد ادارے" کے بارے میں کافی معلومات حاصل ہوئیں۔ آٹو گراف بک بھی بہت خوب صورت سرورق میں تھی اور آٹو گراف بک کے آخر میں درج "جاگو جگاؤ" نے بھی بہت متاثر کیا۔

ذیشان ارشد، کراچی

● میں ایک قسط وار کہانی بھیجنا چاہتی ہوں اور یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کہانی ایک دفعہ ہی بھیج دوں یا ہر ماہ ایک قسط بھیجوں؟

شگفتہ بشیر، آورنگی

قسط وار کہانی لکھنا بہت مشکل کام ہے، پہلے چھوٹی چھوٹی کہانیاں لکھو۔

● جنوری کا رسالہ ہر معیار سے اچھا تھا۔ ٹائیٹل بھی اچھا تھا۔ ٹی وی پروگرام میں جناب حکیم محمد سعید کو دیکھ کر دل خوشی سے جھوم اُٹھا۔ حکیم صاحب واقعی اس عزت کے قابل ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

فہیمہ نورین، پشاور

● ٹائٹل اچھا تھا۔ جاگو جگاؤ لاجواب تھا۔ کہانیوں سے اچھے مضامین تھے۔ لطیفے بہترین تھے اور نظمیں بھی اچھی تھیں۔ کیا میرا ارسال کردہ تحفہ چھپ جائے گا؟

صائم علی خان قادری، کراچی

تمہارا "تحفہ" قبول ہوا۔

● حکیم محمد سعید صاحب کا جاگو جگاؤ، مسعود احمد برکاتی صاحب کی پہلی بات پسند آئے۔ ۶۵ سال کی کہانی (شہزاد منظر) پڑھ کر احساس ہوا کہ اگر انسان محنت سے کام کرے تو محنت کے مطابق ہی انعام ملتا ہے۔ نظم میں دیپ سے سورج بہت پسند آئی۔ پرندوں کی دنیا اور مسکراتے رہو کا جواب نہ تھا۔

عنبر صابر، لانڈھی

● ہمدرد نونہال کے سرورق کون بناتے ہیں، کیوں کہ بے حد خوب صورت ٹائیٹل ہوتے ہیں۔ کوثر جبیں، کراچی

> ٹائٹل مسعود علی صاحب اور بعض دوسرے آرٹسٹ یا فوٹو گرافر بناتے ہیں

اس کے سارے کالم اور کہانیاں بہت پسند آئیں۔ آپ کی محنت قابلِ ستائش ہے۔ ہمدرد نونہال کا ایک پرانا پجاری ہوں۔
سمیع احمد، کوئٹہ

● ٹائٹل بے حد خوب صورت تھا۔ آٹو گراف بک کا تحفہ پاکر بھی بے حد خوشی ہوئی۔ کہانیوں میں چالاک خرگوش بے حد پسند آئی۔ پرندوں کی دنیا بھی دل چسپ مضمون تھا۔
مونا عروج بٹ، لاہور

● ٹائٹل زیادہ جان دار نہیں تھا۔ جاگو جگاؤ نے متاثر کیا۔ کوپن عملی تحفہ فائدہ مند چیز ہے۔ معلوماتی مضامین ورلڈ اوپن اسکواش، ۱۵ سال کی کہانی (شہزاد منظر)، بحیرۂ احمر، پرندوں کی دنیا (علی اسد) پڑھیں۔ علم میں اضافہ ہوا۔ فیض لودھیانوی کی نظم "اردو" بڑی ہی اچھی ہیں۔ لطیفے تمام کے تمام ذائقہ دار چٹ پٹے اور نئے معلوم ہوئے۔
آٹو گراف کس زبان کا لفظ ہے اور اس کے لفظی معنی کیا ہیں؟
خواجہ صلاح الدین اطہر، نواب شاہ

> یہ انگریزی کا لفظ ہے، اب تو اردو ہو گیا ہے۔ اس کے معنی خود لکھی ہوئی تحریر یا دستخط کے ہیں۔

● مجھے خیال کے پھول اور تحفے بہت پسند ہیں اور جاگو جگاؤ بھی۔ اس شمارے میں ورلڈ اوپن اسکواش، فارسی حکایتیں بہت پسند آئیں۔ آپ سے ایک سوال پوچھنا ہے۔ سوال یہ ہے کہ دنیا کا سب سے پرانا اور پہلا ٹکٹ کب چھپا، کیوں کہ جنوری ۱۹۸۴ء کے شمارے میں محترمہ دردانہ منیر نے ایک تحریر لکھی تھی جس میں انھوں نے لکھا ہے کہ دنیا کا پہلا ڈاک ٹکٹ ۶ مئی ۱۸۴۰ء کو چھپا۔
جب کہ ہمارے پاس اس سے بہت پرانے ٹکٹ ہیں۔
لیلیٰ مسعود نقوی، کراچی

> اچھا تم یہ تو بتاؤ کہ تمھارے پاس سب سے پرانے ٹکٹ پر کیا تاریخ لکھی ہے۔

● سب سے پہلے جاگو جگاؤ پڑھا۔ اس مرتبہ تمام مستقل عنوانات مثلاً خیال کے پھول، تحفے، اخبار نونہال اور مسکراتے رہو بہت اچھے تھے۔ کہانیوں میں لال شہزادہ، نمک کا تھیلا، چالاک خرگوش، اور نقلی شہزادی بہت پسند آئیں۔ محمد اشفاق ناصر، ہری پور

● نونہال کے ساتھ آٹو گراف بک دینے کا بہت بہت شکریہ۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس میں آپ اور جناب حکیم محمد سعید اپنے اپنے دستخط کر دیتے۔ کہانی لال شہزادہ میں آپ نے بارات کو برات لکھا ہے۔ کہانی نقلی شہزادی کی پہلی لائن میں لکھا ہے "اس کے دو لڑکیاں تھیں"۔ میرے خیال میں تو "اس کی دو لڑکیاں تھیں" لکھنا زیادہ مناسب ہوگا۔ فیض الرحیم افضل، کراچی

> برات صحیح ہے بارات غلط ہے۔ اس کے دو لڑکیاں اور اس کی دو لڑکیاں دونوں صحیح ہیں۔

● نونہال مصور میں اپنی ایک بنائی ہوئی تصویر آپ کو بھیجی تھی۔ تصویر تو شائع ہو گئی ہے مگر بد قسمتی سے میرا نام سعود احتشام، لیہ کی جگہ مسعود احتشام شائع ہو گیا ہے۔ سعود احتشام، لیہ

> غلطی کا افسوس ہے، مگر نونہال اپنا نام بہت صاف صاف لکھا کریں۔

● خاص طور پر کہانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ جاگو جگاؤ میں جناب حکیم محمد سعید صاحب بہت اچھی باتیں بتاتے ہیں۔ سلسلے وار کہانی "چالاک خرگوش" بے حد پسند ہے۔
شیخ انیس الرحمن، راول پنڈی

● جناب حکیم محمد سعید کے جاگو جگاؤ نے دل پر گہرے اثرات چھوڑے۔ اس کے علاوہ کہانیوں میں نقلی شہزادی، چالاک خرگوش بھی لاجواب تحریریں تھیں۔ نونہال ادیب بھی اچھے تھے۔
عبدالرشید فاروقی، جھنگ

● نہ صرف سرورق بلکہ ہر صفحہ اپنی مثال آپ پایا۔ تمام تحریریں خوب صورت اور بے مثال ہیں۔ میں ناول "ننھا سیاح" منگوانا چاہتی ہوں۔ شازیہ خلیق، کراچی

> نو رُپے منی آرڈر کر دو یا چھے رُپے میں بازار سے خرید لو

ان نونہالوں کے نام جنھوں نے ہمیں بہت اچھے اچھے خط لکھے،
لیکن جگہ کی کمی کے باعث ان کے صرف نام دیے جا رہے ہیں۔

مظفرگڑھ:۔ ایس ایم جمشید یوسف ۔شاہ پور چاکر:۔ معروف جہانگیر۔ کراچی:۔ محمد خان، نصر اللہ خان، سعید احمد، عبدالنادر، علی محمد ابراہیم، ساجد اللہ، عنبر حلیم، محمد عارف یوسف، سید عسکری رضا، شہلا انصاری، ثمینہ بانو، محمد عثمان عباسی، محمد عظیم اللہ قریشی، سیدہ زینب، راضیہ زیدی، قیصر یعقوب، شگفتہ پروین، جہانگیر، عبدالمجیب، جاوید یوسف، غلام فاروق، اعجاز احمد فاروقی، روبینہ عظمت اعوان، عمران قریشی، بلند اقبال، شہرین رشید، وزیر شاہ، سید انور حسین، شبانہ سمیع، سلمان حیدر، مرزا اسد اللہ بیگ، سید خالد شفیق، ایم سعد اقبال بادھیا، محمد سہیل جمیل احمد، تسلیم کوثر محمد حنیف، عبدالغنی قریشی، امین تجانی، صوبیہ عزیز، سید سالار حسین نقوی، اطہر سلطان، کرن خٹک، عدنان حکیم، شاہد فتح محمد، فیصل عبدالمجیب، عابدہ جان محمد، الطاف قیوم، شیراز علی خان، طاہرہ علی، عبدالرزاق انصاری، محمد شاہد، محمد سہیل جمیل احمد، ندیم احمد، فرزانہ گل، محمد ریاض، جاوید اقبال کھتری، محمد شاہد رزاق، عبدالغفار خان یوسف زئی، محمد نجم الحق، سید ندیم، سلیمہ نور الدین، عائشہ نثار، سید محمد بابر رضا زیدی، حافظ مختار احمد، اشتیاق احمد، سید محمد عمران، عبدالرزاق ندیم، محمد عثمان عبدالستار، علی محمد ابراہیم، ناصر نیاز، عذرا جہاں داد، حسن نظیر کاظمی، حمیرا فلک ناز مریم، صفیہ ناز، سید نجم الحسن عابدی، این۔ این۔ راشد علی ناشاد بلوچ، محمد عرفان، امیر علی میر، اختر علی، سیمرا نوشین، ذیشان مجید خان، شہناز، شازیہ، مبشر احمد قادری، غوثیہ قاسم، سیمرا کراچی:۔ روبینہ شاہین، مرتضیٰ علی مسعود، سعدیہ جبیں، طارق رضوان، عمر فاروق، صائمہ حسن، ارم عنبرین، فوزیہ جیلانی قریشی، شہناز بنت اللہ۔ حیدر آباد:۔ رضیہ صابر علی، محمد فیاض۔ گجرات:۔ غلام حسین ظفر صابری۔ گوٹھ عبدالرحیم کنرانی:۔ سید مشتاق احمد شاہ۔ ملتان:۔ عبدالحمید۔ اسلام آباد: محمد عمران صدیقی۔ سکرنڈ:۔ ندیم احمد خان زادہ۔ ڈگری:۔ محمد اسحاق خان۔ نواب شاہ:۔ خواجہ صلاح الدین اطہر۔ لاڑکانہ:۔ غزالہ منیر شیخ، ہما اختر۔ جیک آباد:۔ پرشوتم۔ کراچی:۔ حفیظ الرحمٰن، شازیہ افتخار، سیدہ بتول عسکری، سیدہ مبین عسکری، ندیم احمد، نوازش عباس بٹ، محمد عقیل خان، جاوید حسن خان، فرح بیگ، عظمیٰ بیگ، جمیل نذر سکھر:۔ غلام حامد، حمید اللہ خان۔ سرگودھا:۔ محمد شفیق ناز۔ جلوال:۔ خولہ محمد بابر شفیق حیدر آباد:۔ جاوید نصیر، رقیہ شاہین، محمد یاسین، محمد سلیمان، شہیلا عبدالغفار، ظفر علی اُنڑ، نجم الحسن نیازی، محمود الحسن نیازی، فیض الحسن نیازی، منصور الحسن، رئیس الحسن، سہیل احمد ثاقب، شبانہ سموں، حفیظ الرحمٰن خان زادہ، سلمیٰ خالد۔ سکھر:۔ شریف الحسن پیرزادہ، وحید مصطفیٰ جانی، مرزا ارسلان بیگ۔ سیالکوٹ:۔ نادیہ محمد سعید، کلثوم ثروت نذیر، عفت نذیر، صدف نذیر۔ اسلام آباد:۔ رضا احمد عظمیٰ شکور۔ میاں ڈھیری:۔ سرور شاہ۔ ملتان:۔ مسعود سرور گوندل۔ بہاولنگر:۔ پرنس افضل شاہین۔ جہلم:۔ ساجدہ نسرین۔ ڈیرہ اسماعیل خان:۔ اعجاز احمد۔ گوجرانوالہ:۔ محمد رفیق۔ واں بھچراں:۔ محرین جان۔ حیدر آباد:۔ مصباح النور، وقار الحسن، سعدیہ، عاصمہ، افتخار الحسن، نعمان، فرحان، عدنان، ارشاد۔ ڈھاڈر:۔ گلشن کمار پروانہ۔ پنڈی گھیپ:۔ بشیر احمد قادری۔ شادی پلی:۔ ظفر محمود بھٹی، خیام بھٹی، جہانگیر بھٹی۔ راول پنڈی:۔ قاضی خاور ندیم۔ سرگودھا:۔ رضوان احمد۔ تربت مکران:۔ عاصم نذیر۔ خابیلہ:۔ محمد اجمل۔ پسنی مکران:۔ ناصر وقار بلوچ۔ میاں چنوں:۔ خالد منیر انجم۔ فیصل آباد:۔ عامر یوسف۔ کوٹلی لوہاراں:۔ فریدہ نذیر۔ اسلام آباد:۔ قیصر راحیل۔ مانسہرہ ہزارہ:۔ ثمینہ ممتاز سحر۔ سکھر:۔ محمد حنیف۔ دھنوٹ:۔ مجید احمد ساجد۔ ملتان:۔ محمد حسین شاد۔ اسلام آباد:۔ عارف حسین۔ جام شورو:۔ منور محمد اکبر۔ سامارو شہر:۔ ریحانہ رفیق آرائیں۔ میرواہ:۔ شازیہ نسیم زیدی۔ کراچی:۔ محمد شاہد رزاق، اسما جمیل، غضنفر حسن خان، سجاد احمد انصاری، شمع زہرا محسن، رخسانہ تبسم۔ خیرپور:۔ سریش کمار۔ مینگورہ:۔ فضل ربی راہی۔ لطیف آباد:۔ مہ جبیں رؤف پیرزادی۔ راول پنڈی:۔ سرفراز درانی۔ اسلام آباد:۔ محمد سلیم خیر الدین۔ کشمور کالونی:۔ نوشابہ سلیم۔ جیکب آباد:۔ سبیتا پسوانی۔ لاہور:۔ شاہد اقبال۔ فیصل آباد:۔ شہزاد رشید، فوزیہ رشید، صدف محمود۔ نواب شاہ:۔ افتخار احمد راجپوت۔ لطیف آباد:۔ محمد معین۔ واں بھچراں:۔ سید غلام عباس شاہ ہمدرد۔ سرگودھا:۔ جہزیب نواز ٹک۔ قیوم سعید خان، نصر اللہ مینگل۔ لاڑکانہ:۔ تسنیم جعفری۔ گھوٹکی:۔ کلیم احمد۔ صادق آباد:۔ عنصر حمید۔ گوادر:۔ محمد علی صابر۔ بھیرہ:۔ خولہ انوار احمد۔

معلوماتِ عامہ ۲۲۵ کے صحیح جوابات

ہمدرد نونہال کی مقبولیت میں جیسے جیسے اضافہ ہوتا جا رہا ہے معلوماتِ عامّہ کے جوابات **میں حصّہ لینے والوں میں** دل چسپی بڑھتی جا رہی ہے۔ ہم سے بعض نونہالوں نے شکایت کی ہے کہ ہماری تصویریں کیوں شائع نہیں کی گئیں، جب کہ ہمارے تمام جوابات درست تھے۔ بات یہ ہے جن کی عمر اچھی ہو گئی ہے یا وہ اپنی عمدہ صحت کی وجہ سے ماشاء اللہ جوان معلوم ہوتے ہیں ان کی تصویریں نونہالوں کے ساتھ کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ اس لیے ہم ذرا تامّل کرتے ہیں۔ ویسے بھی اصل چیز تو نام ہے۔ نام بہت بڑا انعام ہے معلوماتِ عامہ ۲۲۵ کے صحیح جوابات یہ ہیں:۔

۱۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قصویٰ نامی اونٹنی پر بیٹھ کر ہجرت فرمائی تھی۔

۲۔ ابو جہل کا اصلی نام ابوالحکم عُمر بن ہشام المغیرہ تھا۔

۳۔ دیوانِ غالب کے پہلے شعر سے اپنے شعری مجموعے کا نام نکالنے والے شاعر کا نام جناب فیض احمد فیض ہے۔

۴۔ پاکستان کے آخری گورنر جنرل کا نام جناب اسکندر مرزا ہے۔

۵۔ مشہور تاریخی شالامار باغ پاکستان کے شہر لاہور میں ہے۔

۶۔ یونان برِّ اعظم یورپ میں واقع ہے۔

۷۔ ہمارے ملک کے مشہور مزاح نگار اور کالم نویس جناب نصر اللہ خاں کی تازہ کتاب کا نام "قافلہ جاتا ہے" ہے۔

۸۔ مولانا محمد علی جوہر کے والد کا نام جناب عبد العلی خاں تھا۔

۹۔ قائدِ اعظم ٹرافی کے نام سے قومی کرکٹ چیمپین شپ ۵۴-۱۹۵۳ء میں شروع ہوئی تھی۔

۱۰۔ کراچی کے موجودہ میئر کا نام جناب عبد الستار افغانی ہے۔

۱۱۔ اردو کے مشہور شاعر جناب فیض احمد فیض سیال کوٹ کے گاؤں کالا قادر میں پیدا ہوئے تھے، جس کا نیا نام فیاض نگر ہے۔

۱۲۔ ذکی احمد ذکی کی نئی معلوماتی کتاب کا نام "ادبی معلومات" ہے، جس میں انھوں نے صرف ادب اور ادیبوں کے بارے میں مفید معلومات جمع کی ہیں۔

باره صحیح جوابات بھیجنے والوں کے نام

سلیم انور عباسی، کراچی

مشتاق رحمت اللہ، کراچی

گیارہ صحیح جوابات بھیجنے والوں کے نام

محمد طاہر آرائیں، سنجھورو

ثمینہ نذیر، کراچی

آصف اقبال، کراچی

سید اظہر جاوید جعفری، ملتان

سیال کوٹ

دُرِّ شہوار شاہین

عنبرین شاہین

نادر شاہین

نبیل شاہین

سانگھڑ

عاجز عبدالرحمٰن رند

محمد امین سیف الملوک

شبیر احمد داد پوٹہ، جیکب آباد

محمد جاوید اقبال ناز، فیصل آباد

ماہ جبین ناز، فیصل آباد

مسرت جبین ناز، فیصل آباد

شاہ عمران، کراچی

گیارہ صحیح جوابات بھیجنے والوں کی تصاویر

شفاالحسن انصاری، پرانا سکھر

عامر معین ابدالی، کراچی

سید مظہر علی جعفری، ملتان

غلام مرتضٰی غوری، ملتان

سید مہدی عباس، کراچی

علی محمد ابراہیم، کراچی

چن زیب، کراچی

علی محمد، کراچی

دس صحیح جوابات بھیجنے والوں کے نام

کراچی

صدف حاجی رمضان

روبینہ عظمت

شاہد ضمیر

سہیل اختر
خالدہ منظر
حامد احسن
سید غلام عباس نقوی
وہاب الدین قریشی
سید نہال اظہر علی کرمانی
شیراز علی
اعزاز شکیل کرمانی
سید کاشف محمود
اشتیاق بشیر
یاسمین گوہر
اے۔آر۔اکرم
شمع ریاض
صبا گوہر
تبسم صغیر
شہناز فاطمہ
کوثر پروین
فیبیہ فرید سلطان فرید
بشریٰ اقبال
ثروت سلطانہ
عروسہ ریاض
سمیرہ نوشین
آمنہ خرم
حمیرا گوہر

سید عبدالحنیف حسنی
فوزیہ تبسم
عبدالسلام بہاری
شگفتہ کوفتہ
سمیعہ عالیہ
جاوید محمد
محمد اکرم قریشی
عالیہ حیدر
موم بتی بانو
شاہین گوہر
تبسم کاظمی
امتیاز بشیر
طارق علی قریشی
فہمیدہ
سیما حیدر
سعدیہ خان
شبانہ سمیع
عنبرین شوکت
شازیہ شوکت
محمد ندیم انصاری
سید نسیم شوکت
سید تنویر شوکت
سید ذیشان شوکت
محمد ذاکر علی احمد وہرہ

احمد نعمان فاضلی
محمد زبیر قاسم وہرہ
عبدالمجید غازیانی
شہود ضمیر
سعید احمد
خالد اختر
محمد زاہد
مجیب ظفر انوار
شبانہ عزیز
راشد احسن
رومانہ فاروقی
شہنیلا فاروقی
افشاں عامر
محمد اکرم قریشی

کنری پاک

عبدالرؤف اعوان
عبدالرشید اعوان
عبدالکریم بھٹی
عبدالشکور بھٹی
عبدالمجید بھٹی
محمد حنیف بھٹی
محمد عرفان اعوان
محمد عارف اعوان
محمد ندیم ملک، میرپور خاص

حیدرآباد

زین الدین احمد انصاری
محمد یاسین قریشی
زین العابدین
لبنیٰ شیرین
ہما جبین
محمد آصف فضل

ملتان

عابدہ ملک
مسعود احمد صدیقی
امانت علی عابدی

اسلام آباد

فائزہ فاروقی
شمیلہ نسرین

ٹنڈوالہ یار

فرحانہ اسلم قریشی
محمد اسلم قریشی

سیال کوٹ

اشہد شاہین
مخمور احمد لوبی

ٹنڈو آدم

عبداللہ انصاری
خدیجہ انجم
محمد اسحاق خان، ڈگری

فیصل آباد
علی عمران جان

کراچی
تنظیم فاطمہ
زہرہ جبیں
تجمل عالم
طلعت جاوید
سمیعہ طلعت
عالیہ طلعت جان
طلعت جہاں آرا
فرحت گلفام
شہلا اختر
اشمد سعید عالم عثمانی
عائشہ عنبرین
طلعت روبینہ
عتیق الرحمٰن
نسرین یونس
وحیدہ کلثوم جان
شہناز فاطمہ نقوی
نجمہ عبدالمجید
توصیف اشرف

پنڈ دادخان
ایس۔اے شکیل اختر

گوجرانوالہ
شہزاد احمد ہاشمی

سکھر
حبیب اللہ بلوچ
محمد ندیم ملک، میرپور خاص

دس صحیح جوابات بھیجنے والوں کی تصاویر

محمد سعید، کراچی

حسن حسین نقوی، کراچی

عابد، کراچی

عبدالمجید قادری، کراچی

فیصل کلیم، کراچی

سید انوار حسین چشتی، کراچی

عبید اللہ شاد، تربت

عامر سعود، کراچی

سہیل احمد، کراچی

محمد اعجاز، کراچی

ایم انوار اجمیری، حیدرآباد

محمد ظفر اجمیری، حیدرآباد

سید محمد احمد قادری، کراچی

بابر مبارک علی، کراچی

صفدر مبارک علی، کراچی

سید عسکری رضا، کراچی | فہیم نبی خان، کراچی | محمد تنویر، کراچی | بتول، کراچی | رئیس احمد، کراچی

سید نثار احمد، کراچی | سید تحسین شوکت، کراچی | سید ندیم شوکت، کراچی | غلام عباس، کراچی | محمد محبوب الرحمٰن، کراچی

نذر محمد، کراچی | ایاز محمد، کراچی | جاوید محمد، کراچی | سمیع الرحمٰن حورانی، کراچی | اشفاق شمشاد، کراچی

محمد پرویز مظہر، کراچی | اختر محمد، کراچی | فیاض محمد، کراچی | ارشد محمد، کراچی | عرفان جعفری، کراچی

جاوید علی نقوی، کراچی | سید عبدالعزیز عزمی، کراچی | اظہر محمد، کراچی | محمد صابر احمد کھتری، حیدرآباد | یاسین محمد، کراچی

محمد مبین قریشی، حیدرآباد

محمد شاہد پرویز، کراچی

راشد اختر، کراچی

حفیظ الرحمٰن خانزادہ، حیدرآباد

محمد سلیم خیرالدین، اسلام آباد

فیاض محمد، کراچی

ذیشان محمد، کراچی

شاہد اختر، کراچی

عارف محمد، کراچی

خوشی محمد، کراچی

افضل محمد، کراچی

سید سہیل اختر، کراچی

نو صحیح جوابات بھیجنے والوں کے نام

کراچی

شمیم عبداللہ
محمد علی امیر
نیلوفر انجم
محمد راشد معین
سید سالار حسین نقوی
محمد خالد رانا راجپوت

حافظ ظہور عالم صدیقی
سہیل احمد قریشی
عبدالمجید شیخ
محمد اشرف ایوب
محمد ذیشان ایوب
محمد ظفر ایوب
محمد سہیل ایوب

محمد حیدر ایوب
محمد اظہر ایوب
محمد سرور ایوب
آنسہ شازیہ رفعت
محمد ناصر معین
راجا جمیل اختر
راجا نوید اختر

راجا مبین اختر
عمران منشا اللہ
ماریہ فرید سلطان فرید
نادیہ فرید سلطان فرید
محمد شاہد اقبال صدیقی
عاصمہ حفیظ علوی
شجاع احمد قریشی

سید فیصل علی سبزواری
محمد اشرف یوسف
شازیہ ظہیر الدین
سید کاشف کریم
عبد الرشید اسمٰعیل
وقار عظیم
رومینہ اقبال
سلمان منیر
محمد حامد
نعیم اختر
نقیب احمد وزیر
شمیم منظور
محمد رضا خان
علی مدد شاہ
ناہید بانو ندیا
ناصر

علی محمد ابراہیم
کریمہ ابراہیم
محمد عارف یوسف
اختر زمان عرف منّا
شہلا انصاری
گوہر دلی قریشی
محمد عابد
قمر جہاں
نادرہ مجید
جمیل احمد
محمد فاروق کمال الدین
علی بن دلی
محمد احمد خان
رضوان یوسف
اعجاز بشیر
محمد عرفان علی

نازیہ رمضان
شازیہ ہاشم
رانا صمد
کاشف حلال
زاہد علی

حیدر آباد

شکیلہ ابراہیم
عظمٰی یمیں
شاہدہ خالد
ظلی گلزار صدیقی

سانگھڑ

فرید احمد قریشی
عبد المجید شیخ
مبارک علی خاں شیخ، سنجھورو
فیاض احمد قریشی، شکارپور
کامران عطا سومرو، شکارپور

سکھر

تسنیم ناز انصاری
محمد سلیم بھٹی
عالیہ نزہت

باڈہ

زیتون بی بی
حافظ محمد حنیف سداس

مختلف شہروں سے

ملک سرفراز احمد، ملتان
سجاد احمد ایڈو، اوستہ محمد
غلام مرتضٰی، نواب شاہ
حفیظ الرحمٰن شیخ، روہڑی
شہزاد سعید، فیصل آباد
عبد الناصر مقبل، مقام نامعلوم
محمد صادق، کراچی
سید امتیاز حسین، کراچی

اکثر نونہال جو خبریں بھیجتے ہیں، اُن کے ساتھ اخبار یا رسالے کا تراشہ نہیں بھیجتے نہ اخبار، رسالے یا کتاب کا نام لکھتے ہیں، اس لیے اُن کی خبریں اچھی ہونے کے باوجود شائع نہیں کی جاسکتیں۔ نونہالوں سے درخواست ہے کہ وہ ہر خبر کا اوّل تو کوشش کریں کہ تراشہ ساتھ لگائیں جس پر اخبار وغیرہ کا نام بھی لکھا ہو۔ اگر تراشہ نہ بھیج سکیں تو کتاب، اخبار یا رسالے کا نام اور تاریخ ضرور لکھا کریں۔ بات یہ ہے کہ ہم ہمدرد نونہال میں کوئی ایسی چیز شائع نہیں کرنا چاہتے جس کی کوئی سند یا حوالہ نہ ہو، کیوں کہ ہمدرد نونہال کے سب پڑھنے والے اس رسالے پر اعتبار کرتے ہیں اور اس میں چھپی ہوئی ہر چیز کو صحیح سمجھتے ہیں۔

یہ بات بھی یاد رکھیے کہ آپ کی ہر تحریر کاغذ کے صرف ایک طرف ہو اور آپ کا پورا پتا اس پر لکھا ہو۔ شکریہ۔

لحمیات (پروٹینز) کے وجود سے روئے زمین پر حیات ممکن ہوئی!

حیاتِ انسانی اور صحتِ جسمانی کے لئے لحمیات (پروٹینز) خوراک کا ناگزیر حصہ ہیں۔ انسان کی انفرادیت وشخصیت اور اعمال و وظائف کی تکمیل اور خیالات کی توانائی لحمیات کے بغیر ممکن نہیں۔ لحمینا چنیدہ جڑی بوٹیوں، پروٹینز، کاربوہائیڈریٹس اور دیگر غذائی اجزا کا ایک متوازن مرکب ہے۔

روزانہ کے تھکا دینے والے کام جب جسم انسانی کے کل پرزوں کو کمزور کر دیتے ہیں، تو وہ صرف پروٹینز سے دوبارہ نشوونما حاصل کرتے ہیں۔

لحمینا بجا طور پر جسم انسانی کے لئے ایک مفید اور قابلِ اعتماد غذائی معاون ہے۔

لحمینا کا روزمرہ باقاعدگی سے استعمال جسم انسانی کی نشوونما کو برقرار رکھتا ہے اور جسم میں توانائی پیدا کرتا ہے۔

خاندان کے ہر فرد کے لئے ایک مکمل غذائی ٹانک

لحمینا — برائے اسٹیمنا

ہمدرد

ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

Adarts LA-1/81

مارچ ۱۹۸۵ء

ہمدرد نونہال

رجسٹرڈ ایس نمبر ۱۹۰۳

مشروبِ مشرق رُوح افزا اپنے منفرد خواص کی بدولت
نظامِ حرارت وبرودت میں توازن اور اعتدال پیدا کرکے گرمی کی شدّت اور بے چینی سے محفوظ رکھتا ہے،
جسم وجان کو ٹھنڈک پہنچا کر پیاس بجھاتا ہے اور تسکین بخشتا ہے۔

رُوح افزا مشروبِ مشرق

ہمدرد
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

آوازِ اخلاق
اخلاق عملاً مذہب ہے اور مذہب اصولاً اخلاق ہے۔

Adarts HRA-5/84